...لیه من یشاء و یهدی الیه من ینیب

...ے احسانه که درین ایام میمنت التیام کتاب لاجواب نتائج افکار عالی همم

سلک مروارید

ترجمہ

عقد الجید

...من تصنیف عالم نبیل فاضل جلیل...

...مطبع ... باہتمام جناب مولوی حافظ محمد عبد الاحد صاحب ... ۱۳۱...ھ

...الاحد صاحب ... طبع...

...مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

الحمد ... شیاء وبھذا لیمن

... ایام میمنت التیام کتاب لاجواب نتائج افکار عالی ہمم

سلک مروارید

ترجمہ

عقد الجید

... من تصنیف عالم نبیل فاضل جلیل آیتہ من آیات ...

بصحیح تام و تنقیح مالاکلام باہتمام جناب مولوی حافظ محمد عبد الاحد صاحب ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۰ھ

در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

مختصر فہرست کتبخانہ تجارۃ ...

بخاری شریف مصطفائی نقل محمدی
ایضاً صحیح بحاشیہ سندھی مصری دو جلد
قسطلانی شرح ... کاغذ
قسطلانی مصری و برحاشیہ صحیح مسلم مع نووی کے
صحیح مسلم مع نووی — انصاری دہلی
ابوداؤد محشی — کشوری
ابن ماجہ محشی — فاروقی
ایضاً مطبوعہ سابق
ترمذی مع شمائل نبوی مجتبائی باضافہ فہرست
ابواب نہایت صحیح و خوشخط طبع جدید محشی
نسائی شریف مع شرح زہر الربی نظامی
موطا امام مالک محشی مجتبائی
فتح الباری شرح بخاری
ایضاً مطبوعہ انصاری
موطا امام محمد محشی
مشکوٰۃ شریف محشی مع اکمال
مطبوعہ مجتبائی دہلی
شرح معانی الآثار للطحاوی مصطفائی
شفائے قاضی عیاض — مصری —
نیل الاوطار امام محمد شوکانی

کنوز الحقائق فی حدیث ...
... از امام بخاری
روضۃ الندیہ شرح درر بہیہ
آثار امام محمد
بلوغ المرام
مسند امام اعظم مع شرح ملا علی قاری
مسند امام شافعی رح
تیسیر الوصول الی جامع الاصول
الفیۃ العراقی —
نخبۃ الفکر مع شرح محشی — مجتبائی
موضوعات کبیر ملا علی قاری
موضوعات صغیر
تعقیبات سیوطی علی موضوعات ابن جوزی
ذیل اللآلی للسیوطی
... الاعتدال فی نقد الرجال
... الوہاب ... — والقاصد الحسنہ
الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ للسخاوی
... احادیث ... ملا علی قاری
للسیوطی —
تقریب التہذیب فی اسماء الرجال مع حاشیہ مغنی

... الاخلاق
نصب الرایۃ فی تخریج احادیث ...
ایضاً لابن حجر عسقلانی
الجواب الکافی لمن سأل عن دواء الشافی
از ابن قیم اس میں گناہوں سے بچنے ... انکی خرابیوں کا بیان ہے
منبہات ابن حجر عسقلانی مترجم ...
کتاب الحج
بستان المحدثین
کشف الغمہ عن جمیع الامہ
شعرانی — مصری
موضوعات کبیر مترجم
موضوعات شوکانی مترجم
باجوری علی شمائل نبوی مصری
شرح شفاء القاری — مصری
مرقاۃ المصابیح شرح مشکوٰۃ المصابیح
جلاء ... العینین
بستان فقیہ ابو اللیث

[illegible] واقع مین اسم مظہر کو مضمر کے جگہ رکھنا پنجم عبارت [illegible]
اور حدیث کی طرف ہو تو اُس آیۃ یا حدیث کو بیان کرنا ششم [illegible]
ہفتم مجمل اور مبہم کی تفسیر کرنا ہشتم اگر ترکیب کلام خود مطلب ہو تو اسکو بیان کرنا نہم [illegible]
ذکر کر دینا ۔ یازدہم محاورہ اردو کے لحاظ سے الفاظ کو مقدم و مؤخر کرنا دوازدہم [illegible]
[illegible] دوسرے سے جدا کرنا ۔ اور اسی طرح کی بیسیون باتون سے مطلب سمجھ مین [illegible]
[illegible] اکثر باتین ان مین سے نہین ہو سکتین سو بحمد اللہ سبحانہ ان سب باتون کو ملحوظ رکھا ہے [illegible]
[illegible] اور تلمیحات کو حواشی سے واضح کیا ہے اور عبارت عربیہ کو صحیح کر کے [illegible]
[illegible] لکھا ہے اور عبارت عربی کو اپنی دانست مین کئی نسخون سے [illegible]
[illegible] اور مواضع عطف و صفت و تعلق بھی جا بجا کر دئے کہ عربی عبارت کا سمجھنا بھی آسان ہو [illegible]

اب قطعہ تاریخ ختم ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے

قطعہ

فضل اور توفیق یزدانی سے عقد الجید کا	[illegible] ترجمہ جب [illegible]
مصرعہ تاریخ کا ہاتف نے احسن سے کہا	سلک مروارید ہے اکمال [illegible]

آمید ناظرین انصاف پسند سے یہ ہے کہ ابعد [illegible]
خیر سے یاد فرما دین اور سہو و خطا کو معاف کرین [illegible]
دعونا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ
تعالے علی خیر خلقہ محمد و آلہ و
اصحابہ اجمعین
سنہ ۱۳۰۱ ہجری
فقط

دیباچہ مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الوحید الفرید الذی ... ویعبد والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد [illegible]
نبیہ و صاحب کعقد الجید وعلی آلہ واصحابہ واشیاعہ الذین نالوا اقصی المراتب [illegible]
سنا ... اللعوام اساس التقلید لیکونوا علی بصیرۃ من امر دینہم واحتیاطا مزید [illegible]
والقرآن المجید. **بعد** اسکے احقر زمن **محمد احسن** صدیقی نانوتوی ارباب [illegible]
کرتا ہے کہ پہلے اس سے حسب ارشاد عزیز از جان مولوی عبد الاحد سلمہ [illegible] رسالہ انصاف
فی بیان سبب الاختلاف مؤلفہ آیۃ من آیات اللہ حضرت شیخ المشایخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
زبان اردو مین کیا گیا تھا اسکے بعد عزیز موصوف نے دوسرے رسالہ عقد الجید فی احکام [illegible]
کے ترجمہ کی **استدعا** کی بپاس خاطر ان کے اس کا ترجمہ بھی کیا گیا اور نام اس ترجمہ کا سلک [illegible]
رکھا یہان ایک بات قابل گذارش ہے کہ جن لوگون نے تحریر جناب شاہ صاحب قدس سرہ پر [illegible]
ہے ان پر منکشف ہوگا کہ حضرت ممدوح کو عبارت متین لکھنے کا ملکہ راسخہ ہے اور ہر ایک [illegible]
[illegible] ادا کرتا ہے ایسی عبارت دقیق کا ترجمہ تحت لفظا کار آمد نہین اسلیئے کہ غرض ترجمہ
سمجھنا ہے اور مشکل عبارت کے ترجمہ کا مطلب بہت سی باتون کی توضیح سے معلوم ہوتا ہے
ضمیرون اور اشارات کے مشتبہ ہونیکی صورت مین مرجع اور مشار الیہ کا بیان کرنا دو
کلمات کیوجہ سے جو تقیید لفظی یا معنوی ہو اسکو دور کرنا سوم مبتدا اور خبر مین یا فعل اور فاعل مین
[illegible] مین یا معطوف اور معطوف علیہ مین یا کسی اور لازم و ملزوم مین اگر فاصلہ بہت پڑ جاوے اسکو رفع

عبارت عربی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی بعث سیدنا محمد الی العرب والعجم لیستضیئوا بہ فی الظلمات وینال بسببہ معالی المقامات من کان من اہل عوالی الہمم واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ وان محمدا عبدہ ورسولہ الذی لا نبی بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

وبعد فیقول العبد الضعیف المفتقر الی رحمۃ ربہ الکریم ولی اللہ بن عبد الرحیم صانہ اللہ تعالیٰ عما شانہ

ترجمہ اُردُو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اللہ کو سزا وار ہیں جس نے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب اور عجم کی طرف بھیجا یعنی سب کا پیغمبر کیا تاکہ یہ لوگ اُن کے سبب سے جہالت کی تاریکیوں میں نور حاصل کریں اور اُن کے فیض تعلیم کی وجہ سے بلند مقاموں پر پہونچیں جو لوگ کہ بلند حوصلے رکھتے ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے خدا کے کہ وہ یکتا ہے اور اس بات کی کہ محمد اُس کے بندے اور رسول ہیں جن کے بعد کوئی پیغمبر نہیں رحمت و برکت اور سلام بھیجے اللہ تعالے اُنپر اور اُن کی اولاد اور اُن کے یاروں پر۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے کہتا ہے بندۂ ناتوان محتاج اپنے پروردگار کریم کی رحمت کا ولی اللہ بن عبد الرحیم محفوظ رکھے اللہ تعالیٰ اُس کو اُن باتوں سے جو اُس کو عیب لگا دیں

فہرست رسالۂ سلک مروارید ترجمہ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید

يظن من ان المجتهد لا يوجد في هذه الازمنة اعتمادا على الظن الاول
بناء فاسد على فاسد

وشرطه انه لا بد له ان يعرف من الكتاب والسنة ما يتعلق بالاحكام ومواقع الاجماع وشرائط القياس وكيفية النظر وعلم العربية والناسخ والمنسوخ وحال الرواة ولا حاجة الى الكلام والفقه قال الغزالي انما يحصل الاجتهاد في زماننا بممارسة الفقه وهي طريق تحصيل الدراية في هذا الزمان ولم يكن الطريق في زمن الصحابة رض ذلك قلت هذا اشارة الى ان الاجتهاد المطلق المنتسب لا يتم الا بمعرفة نصوص المجتهد المستقل وكذلك لا بد للمستقل من معرفة كلام من مضى من الصحابة والتابعين وتبعهم في ابواب الفقه وهذا الذي ذكرناه من شرط الاجتهاد مبسوط في كتب الاصول ولا باس ان يورد كلام البغوي في هذا الموضع قال البغوي والمجتهد من جمع خمسة انواع من العلم علم كتاب الله عز وجل وعلم سنة رسول الله صلى الله عليه واله وسلم

یہ گمان کریں کہ مجتہد اس زمانہ میں نہیں پایا جاتا بلحاظ اعتماد کرنے کے گمان اول پر تو یہ گمان بنا رکھنا بر فاسد ہے ۔

اور اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ اجتہاد والے کو ضرور ہے کہ قرآن و حدیث اسقدر جانتا ہو جو احکام سے متعلق ہے اور اجماع کے موقعوں اور قیاس صحیح کی شرطوں اور نظر کی کیفیت اور علم عربیت اور ناسخ اور منسوخ اور راویوں کے حال سے واقف ہو اور اجتہاد میں علم کلام اور فقہ کی کچھ حاجت نہیں لیکن امام غزالی رح نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں اجتہاد بدون مشق فقہ کے حاصل نہیں ہوتا اور مشق فقہ ہی فہم مسائل کے حاصل کرنے کا طریق اس زمانے میں ہے اور یہ طریق صحابہ رض کے وقت میں نہ تھا میں کہتا ہوں کہ غزالی کا قول اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اجتہاد مطلق منتسب جب ادا ہوتا ہے کہ تصریحات مجتہد مستقل پر منتسب کو واقفیت حاصل ہو اور اسیطرح مجتہد مستقل کے لئے ضرور ہے کہ سلف یعنی صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے کلام سے فقہ کے ابواب میں واقف ہو اور یہ جو ہم نے اجتہاد کی شرط ذکر کی ہے اصول کی کتابوں میں مشروح موجود ہے اور کچھ مضائقہ نہیں کہ بغوی کا قول اسمقام میں یعنی بیان شرط اجتہاد میں ذکر کیا جاوے ۔

بغوی نے کہا ہے کہ مجتہد وہ عالم ہے کہ پانچ طرح کے علم کا حاوی ہو اول علم کتاب اللہ شریف یعنے قرآن مجید کا دوم علم حدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

واصلح باله وحاله وشانه هذه رسالة سميتها عقد الجيد في

احكام الاجتهاد والتقليد

حملني على تحريرها سوال بعض الاصحاب عن مسائل مهمة في ذلك الباب

باب في بيان حقيقة الاجتهاد وشرطه واقسامه

حقيقة الاجتهاد على ما يفهم من كلام العلماء استفراغ الجهد في ادراك الاحكام الشرعية الفرعية عن ادلتها التفصيلية الراجعة كلياتها الى اربعة اقسام الكتاب والسنة والاجماع والقياس ويفهم من هذا انه اعم من ان يكون استفراغا في ادراك حكم ما سبق التكلم فيه من العلماء السابقين اولا وافقهم في ذلك او خالفهم ومن ان يكون ذلك باعانة البعض في التنبيه على صور المسائل والتنبيه على ماخذ الاحكام من الادلة التفصيلية او بغير اعانة منه فما يظن فيمن كان موافقا لشيخه في اكثر المسائل لكنه يعرف لكل حكم دليلا ويطمئن قلبه بذلك الدليل وهو على بصيرة من امره انه ليس بمجتهد ظن فاسد وكذلك ما

اور درست فرما دے اُس کے دل اور حال اور کام کو کہ یہ ایک رسالہ ہے جسکا نام مین نے عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید رکھا مجکو اُس کے لکھنے کا باعث بعض یاروں کا سوال ہوا جنھون نے مسائل ضروری اجتہاد و تقلید کے دریافت کیے۔

باب اول بیان مین اجتہاد کی تعریف اور اُسکی شرط اور اقسام کے

اجتہاد کی تعریف جو کلام علما سے سمجھی جاتی ہے یہ ہے کہ خوب محنت کرنا دریافت کرنے مین شریعت کے احکام فرعی کو اُنکی تفصیلی دلیلون سے جنکی کلیات کا مآل چار قسم ہے یعنی کتاب و سنت اور اجماع اور قیاس کی طرف (حاصل یہ کہ احکام فرعی کو ان چار اصلون سے محنت تام کے ساتھ نکال لینے کا نام اجتہاد ہی) اور اس تعریف سے سمجھا جاتا ہی کہ اجتہاد اس سے عام ہی کہ محنت کامل ایسے حکم کی معلوم کرنے مین ہوئی ہو جسمین علماء سلف کی گفتگو ہو چکی ہو یا نہوئی ہو مجتہد اس اجتہاد مین علماء سابق کا موافق ہوا ہو یا مخالف اور نیز اس سے عام ہی کہ یہ اجتہاد کسی کی اعانت سے ہوا ہو مثلاً کسی نے مسائل کی صورتون کو بتا دیا ہو اور ماخذ احکام دلائل تفصیلی سے اشارہ کر دیا ہو یا کسی کی اعانت سے نہوا ہو پھر اب جو گمان کیا جاوے ایسے شخص عالم کے حق مین جو اکثر مسائل مین اپنے امام سے موافق ہو لیکن اسکے ساتھ ہی ہر حکم کی دلیل جانتا ہو اور اس دلیل پر اُسکا دل مطمئن ہے اور اپنے کام کو سمجھ بوجھ کر کرتا ہو کہ وہ مجتہد نہیں ہی تو یہ گمان اُس شخص کے حق مین گمان فاسد ہے اور اسی طرح جو

لان الخطاب ورد بلسان العرب فمن لم
يعرف لا يقف على مراد الشارع ويعرف
اقاويل الصحابة والتابعين في الاحكام
ومعظم فتاوى فقهاء الامة حتى لا يقع
حكمه مخالفا لاقوالهم فيكون فيه خرق
الاجماع واذا عرف من كل من هذه الانواع
معظمه فهو حينئذ مجتهد ولا يشترط
معرفة جميعها بحيث لا يشذ عنه شئ
منها واذا لم يعرف نوعا من هذه الانواع
فسبيله التقليد وان كان متبحرا في
مذهب واحد من احاد ائمة السلف
فلا يجوز له تقلد القضاء ولا الترصد
للفتيا واذا جمع هذه العلوم وكان مجانبا
للاهواء والبدع متدرعا بالورع
محترزا عن الكبائر غير
مصر على الصغائر جاز له
ان يتقلد القضاء ويتصرف في
الشرع بالاجتهاد والفتوى
ويجب على من لم يجمع هذه
الشرائط تقليده فيما يعن
له من الحوادث

انتهى كلام البغوي

اسلیئے کہ خطاب شریعت عربی زبان مین وارد ہوا ہے
تو جو شخص عربی سجانیگا وہ شارع علیہ السلام کا مقصود
نہ پہچانیگا اور اقوال صحابہ اور تابعین مین سے اکثر حصہ
جو در باب احکام منقول ہین اور بڑا حصہ اُن فتوون کا
جانے جو امت کے فقہا نے دیئے ہون تاکہ اُس کا حکم
مخالف سلف کے اقوال کے نہ پڑے ورنہ اس صورت مین
اجماع کی مخالفت ہوگی۔ اور جب ان پانچون اقسام
کے علمون مین سے بڑا حصہ جانتا ہوگا تو وہ شخص اس
وقت مجتہد ہوگا اور یہ شرط نہین کہ سب علمون کو
بالکل جانتا ہو حتی کہ کوئی چیز اُن علوم کی اُس سے باقی
نہ رہے۔ اور اگر ان علوم پنجگانہ مین سے ایک قسم
سے بھی ناواقف ہو تو اُس کی سبیل دوسرے کی
تقلید کرنا ہے اگرچہ وہ شخص ایک مذہب مین کسی کے
ائمہ سلف مین سے ماہر کامل ہو تو ایسے شخص کو عہدہ
قضا اختیار کرنا اور فتویٰ دینے کا امیدوار رہنا روا
نہین۔ اور جس صورت مین کہ ان پانچون علوم کا جامع
اور خواہشون نفسانی اور بدعتون سے علحدہ ہو
اور ورع و تقویٰ کو شعار بنایا ہو اور کبیرہ گناہون
سے محترز ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ کھتا ہو تو اُسکو قاضی
ہونا اور اپنے اجتہاد سے شرع مین تصرف کرنا جائز ہے
اور اُس شخص پر جو ان شرطون کا جامع نہین تقلید
کرنی شخص جامع کی واجب ہے اُن حادثون مین کہ اُسکو
پیش آوین تمام ہوا کلام بغوی کا۔

وعلى اقاويل علماء السلف من اجماعهم
واختلافهم وعلم اللغة وعلم القياس
وهو طريق استنباط الحكم عن الكتاب
والسنة اذا لم يجده صريحا في نص كتاب
اوسنة اواجماع فيجب ان تعلم من علم
الكتاب الناسخ والمنسوخ والمجمل
والمفسر والخاص والعام والمحكم والمتشابه
والكراهة والتحريم والاباحة والندب
والوجوب ويعرف من السنة هذه الاشياء
ويعرف منها الصحيح والضعيف والمسند
والمرسل ويعرف ترتيب السنة على الكتاب
وترتيب الكتاب على السنة حتى لو وجد
حديثا لايوافق ظاهره الكتاب
يهتدى الى وجه محمله فان السنة بيان
الكتاب ولا تخالفه وانما يجب معرفة
ما ورد منها في احكام الشرع دون ما عداها
من القصص والاخبار والمواعظ وكذلك
يجب ان يعرف من علم اللغة ما اتى
في كتاب اوسنة في امور الاحكام دون
الاحاطة بجميع لغات العرب وينبغي
ان يتحرى فيها بحيث يقف على مرام كلام
العرب فيما يدل على المراد من اختلاف
المحال والاحوال

سوم علم علماء سلف کے اقوال کا کہ اُن کا اتفاق کس
قول پر ہے اور اختلاف کس قول مین چہارم علم لغت
عربی کا پنجم علم قیاس کا اور قیاس طریقہ حکم کے نکالنے
کا قرآن اور حدیث سے ہے جس صورتین کہ حکم مذکور صریح قرآن
یا حدیث یا اجماع کے نصوص مین مجتہد نہ پاوے (اب ان پانچوں
علموں کی مقدار مفصل معلوم کرنی چاہیئے کہ مجتہد کو ہر ایک علم کتنا
چاہیئے) تو قرآن کے علم مین سے اُسپر ان باتون کا جاننا واجب ہے
ناسخ اور منسوخ مجمل اور مفسر خاص اور عام محکم اور متشابہ
کراہت اور تحریم اباحت اور استحباب اور وجوب کا جاننا
اور حدیث مین سے ان اشیاء مذکورہ کا جاننا اور نیز صحیح حدیث
اور ضعیف اور مسند اور مرسل کا جاننا اور حدیث کا مرتب
کرنا قرآن پر اور قرآن کا حدیث پر جاننا حتی کہ اگر کوئی ایسی
حدیث پاوے جس کا ظاہر موافق قرآن کے نہو تو اسکی
مطابقت کیصورت کا سراغ لگا سکے کیونکہ حدیث بیان
قرآن مجید کا ہے مخالف قرآن نہین کہ مطابقت نہو سکے
اور احادیث مین سے صرف اُن حدیثون کا جاننا واجب ہے
جو شرعی احکام کے بارہ مین وارد ہوئی ہین نہ ان کے سوا اور
حدیثون کا جاننا جنمین حکایات اور اخبار اور نصائح مذکور
ہین اسیطرح زبان عربی کے اُن الفاظ کا جاننا واجب ہے جو
قرآن خواہ حدیث کے احکامی امور مین واقع ہوئے ہین
نہ یہ کہ لغت عربی کو جانے اور بہتر یہ ہے کہ لغت والی مین اتنی
محنت کرے کہ عرب کے کلام کے مقصود سے واقف ہوجاوے اسطرح
کہ اختلاف مواقع اور حالات کیوجہ سے کلام مذکور سے مراد ہوتی

واما الذی هو دونه فی المرتبة فهو مجتهد فی المذهب وهو مقلد لامامه فیما ظهر فیه نصه لكنه یعرف قواعد امامه وما بنی علیه مذهبه فاذا وقعت حادثة لم یعرف لامامه فیها نصا اجتهد فیها علی مذهبه وخرجها من اقواله وعلی منواله ودونه فی المرتبة مجتهد الفتیا وهو المتبحر فی مذهب امامه المتمكن من ترجیح قول علی آخر ووجه من وجوه الاصحاب علی آخر

واللّٰه اعلم

باب ٢ فی بیان اختلاف المجتهدین

اختلفوا فی تصویب المجتهدین فی المسائل الفرعیة التی لا قاطع فیها هل كل مجتهد فیها مصیب او المصیب فیها واحد وقال بالاول الشیخ ابو الحسن الاشعری والقاضی ابو بكر وابو یوسف ومحمد بن الحسن وابن شریح ونقل عن جمهور المتكلمین من الاشاعرة والمعتزلة فی كتاب الخراج لابی یوسف اشارات الی ذلك تقارب التصریح

اور جو عالم کہ مجتہد منتسب سے مرتبہ میں کم ہو وہ مجتہد فی المذہب ہے ایسا شخص اپنے امام کی تقلید کرتا ہے اُن مسائل میں جنکے اندر تصریح امام کی ظاہر ہو لیکن وہ اپنے امام کے قواعد کو اور اُن باتوں کو جن پر امام نے اپنا مذہب مبنی کیا ہے جانتا ہے تو جب کوئی واقعہ ایسا پیش آتا ہے کہ اُسکے باب میں اپنے امام کا صریح قول نہیں جانتا تو اُس میں امام کے مذہب کے طور پر اجتہاد کر کے اُس کے اقوال سے اور اُسی کے ڈھنگ پر اُس واقعہ کا حکم نکالتا ہے اور جو عالم مجتہد فی المذہب سے بھی رتبہ میں کم ہو وہ مجتہد فی الفتوے ہے ایسا شخص اپنے امام کے مذہب سے واقفیت کامل ہوتا ہے اور ایک قول کو دوسرے پر اور ایک صورت کو امام کے شاگردوں کی صورتوں میں سے دوسری پر ترجیح دے سکتا ہے واللہ اعلم

باب دوم بیان میں مجتہدوں کے اختلاف کے

کسی حکم میں علما نے اختلاف کیا ہے مجتہدوں کے حکم کے صواب کہنے میں دربارہ اُن مسائل فرعی کے جن میں علم قطعی نہیں اور اختلاف اسی طرح ہے کہ آیا ہر مجتہد اس مسئلہ کے حکم بیان کرنے میں صواب پر ہے یا صواب پر [illegible] دونوں کے بر صواب ہونیکے قائل یہ لوگ ہیں شیخ [illegible] اشعری اور قاضی ابو بکر اور ابو یوسف اور [illegible] اور ابن شریح اور اشعری متکلمین کے [illegible] سے بھی منقول ہے اور ابو یوسف کی کتاب [illegible] اشارے اسکی طرف ہیں جو قریب تصریح کے ہیں۔

باب دوم بیان اختلاف مجتہدین

وقد صرح الرافعي والنووي وغيرهما ممن لا يحصى كثرة ان المجتهد المطلق الذي مر تفسيره على قسمين مستقل ومنتسب ويظهر من كلامهم ان المستقل يمتاز عن غيره بثلاث خصال احدها التصرف في الاصول التي عليها بناء مجتهداته وثانيها تتبع الآيات والاحاديث والآثار لمعرفة الاحكام التي سبق بالجواب فيها واختيار بعض الادلة المتعارضة على بعض وبيان الراجح من محتملاته والتنبه لمأخذ الاحكام من تلك الادلة والذي نرى والله اعلم ان ذلك ثلثا علم الشافعي رحمة الله عليه والثالث الكلام في المسائل التي لم يسبق بالجواب فيها اخذا من تلك الادلة

والمنتسب من سلم اصول شيخه واستعان بكلامه كثيرا في تتبع الادلة والتنبه للمأخذ وهو مع ذلك مستيقن بالاحكام من قبل ادلتها قادر على استنباط المسائل منها قل ذلك منه او كثر وانما يشترط الامور المذكورة في المجتهد المطلق

اور رافعی اور نووی اور ان دونون کے سوا اور ونکے جو کثرت کے لحاظ سے شمار نہین ہوسکتے تصریح کی ہے کہ مجتہد مطلق جسکی تفسیر گذر چکی دو قسم ہے اول مستقل دوم منتسب اور عالمون کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجتہد مستقل دوسرون سے تین باتون مین ممتاز ہوتا ہے اول تصرف کرنا اُن قواعد مین جنپر اُسکے اجتہادی مسائل کی بنا ہے یعنی جن سے فقہی مسائل نکالے ہین۔ دوسرے تلاش کرنا آیات و احادیث و آثار کا اُن احکام کے پہچاننے کو جنکا جواب پہلے ہو چکا ہے اور متعارض دلیلون مین سے کسی کو دوسری پر اختیار کر لینا اور اُسکے معانی جتنے ہوسکتے ہین اُن مین سے راجح کو بیان کر دینا اور اُن دلیلون مین سے احکام فقہی کے ماخذ پر مطلع ہونا۔ اور ہماری دانست مین واللہ اعلم یہ دوسری بات امام شافعی رح کے علم کی دو تہائی ہے۔ تیسری بات مجتہد مستقل کی جواب دینا ہے اُن مسائل مین جنکا جواب پہلے نہین ہوا انہین دلیلون سے نکالکر جنسے پہلون نے نکالا۔

اور مجتہد منتسب یعنی منسوب مستقل وہ ہے جو اپنے استاد کے قواعد کو تسلیم کرے اور اُسکے کلام سے اکثر مدد لے دلیلون کی تلاش اور ماخذ کی واقفیت مین اور باین ہمہ وہ احکام فقہی پر یقین رکھتا ہو بلحاظ اُنکی دلائل کے اور اُن دلائل سے مسائل نکال لینے پر قادر ہو خواہ یہ استنباط اُس سے کم سرزد ہو یا زیادہ اور یہ امور مذکورہ صرف مجتہد مطلق کے اندر شرط ہین کہ مجتہد مطلق وہی ہوگا جسمین یہ امور پائے جاوین

قيل لو لم يصوب الجميع لما جاز نصب
المخالف وقد نصب ابو بكر رض
زيدا قلنا لم يجز تولية المبطل
والمخطئ ليس بمبطل

انتهى

كلام البيضاوى

قوله لكل صورة حكم الخ قلنا
حكم على الغيب بلا دليل قولهما صح
عن الشافعي ان في الحادثة الخ قلنا
معناه في كل حادثة قول هو اوفق
بالاصول واقعد في طرق الاجتهاد
عليه امارة ظاهرة من دلائل
الاجتهاد من وجدها اصاب
ومن فقدها فقد اخطأ
ولم يأثم وذلك لانه نص في
اوائل الام بان العالم اذا قال
لعالم اخطأت فمعناه اخطأت
المسلك السديد
الذي ينبغي
للعلماء
ان يسلكوه

ایک اعتراض اور کیا گیا ہے ایک مجتہد کے برصواب ہونے
پر کہ اگر سب مجتہدون کو برصواب کہا جاوے تو مجتہد
مخالف کا حاکم مقرر کرنا درست نہو حالانکہ حضرت
ابو بکر صدیق رض نے زید رض کو باوجود مخالفت اجتہاد
حاکم مقرر کیا تھا اس کا جواب ہم یہ کہتے ہین کہ والی
کرنا اُس مخالف کا درست نہین جو باطل پر
ہو اور مجتہد خطاکار باطل پر نہین ہوتا تمام ہوا
کلام بیضاوی کا۔

یہ جو بیضاوی نے کہا کہ ہر واقعہ کے لیئے ایک حکم معین
ہے آخر تک تو ہم کہتے ہین کہ یہ قول امر غیب بلا وجہ
حکم لگانا ہے اور یہ جو اپنے قول کی تائید مین امام
شافعی کا قول نقل کیا ہے کہ ہر واقعہ مین ایک
حکم معین ہوتا ہے الخ تو ہم کہتے ہین کہ معنے قول
شافعی کے یہ ہین کہ ہر واقعہ مین ایک قول ایسا ہوتا ہے
کہ اصول سے موافق تر اور اجتہاد کے طریقون مین سے
چسپان تر ہوتا ہے جس پر ظاہری علامت اجتہاد
کے دلائل سے ہوتی ہے جو کوئی اس علامت کو پالیتا
ہے وہ صواب پر ہوتا ہے اور جسکو وہ نہین ملتی وہ
چوکتا ہے اور یہ معنی ہم نے اسلیئے بیان کیئے کہ خود امام
شافعی نے اپنی کتاب ام کے شروع مین تصریح کی
ہے کہ جب ایک عالم دوسرے کو کہے کہ تو نے خطا کی
تو اسکے یہ معنی ہین کہ تو اس راہ راست سے چوک گیا
جس کا چلنا عالمون کی شان کے مناسب ہے۔

وبالثاني قال جمهور الفقهاء ونقل
عن الائمة الاربعة وقال ابن السمعاني
في القواطع انه ظاهر مذهب الشافعي
قال البيضاوي في المنهاج اختلف في تصويب
المجتهدين بناء على الخلاف في ان لكل
صورة حكما معينا عليه دليل قطعي او
ظني والمختار ما صح عن الشافعي ان
في الحادثة حكما معينا عليه امارة
من وجدها اصاب ومن فقدها
اخطأ ولم ياثم لان الاجتهاد مسبوق
بالادلة لانه طلبها والدلالة متاخرة
عن الحكم فلو تحقق الاجتهادان
لاجتمع النقيضان ولانه قال عليه الصلوة
والسلام من اصاب فله اجران ومن
اخطأ فله اجر واحد قيل لو تعين الحكم
فالمخالف له لم يحكم بما انزل
الله فيفسق لقوله تعالى ومن لم
يحكم بما انزل الله
فاولئك هم الفاسقون
قلنا امر بالحكم بما ظنه
وان اخطأ الحكم
بما انزل
الله

اور صرف ایک مجتہد کے برصواب ہونیکے قائل جمہور فقہا ہیں
یہی منقول ہے چاروں اماموں سے اور ابن سمعانی نے کتاب
قواطع میں کہا ہے کہ یہ ظاہر مذہب امام شافعی رح کا ہے۔
بیضاوی نے منہاج میں بیان کیا ہے کہ دو مجتہدوں کے برصواب
ہونے کا اختلاف اس خلاف پر مبنی ہے کہ ہر مسئلہ میں ایک
حکم معین ہوتا ہے جسپر کوئی دلیل قطعی یا ظنی ہوتی ہے اور مختار
وہ قول ہے کہ امام شافعی سے پایہ صحت کو پہونچا ہے کہ ہر حادثہ
میں ایک حکم معین ہوتا ہے جسپر ایک پتہ اور نشان ہوتا ہے
جو مجتہد وہ نشان جان لیتا ہے وہ صواب کو پہونچتا ہے اور جو
اس پتہ کو نہیں پاتا وہ چوک جاتا ہے اور گناہ گار نہیں ہوتا
کیونکہ دلائل اجتہاد سے پہلے ہوتی ہیں اسلیے کہ اجتہاد طلب
دلائل کا نام ہے اور دلالت حکم سے پیچھے ہے اور چوکنا ہو جسے
ہے کہ اگر دونوں اجتہاد درست ٹھہریں تو اجتماع دو نقیضوں کا
ہوگا کہ دونوں حکم مخالف یکدگر ہیں اور ایک وجہ گناہ گار نہونے
مجتہد خطا کار کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
مجتہد صواب کو پہونچیگا اسکو دو ثواب ہونگے اور جو چوک جائیگا اسکو
ایک ثواب ہوگا۔ گناہ گار نہونے پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ جب
حکم ہر مسئلہ کا معین ہوا تو اسکا مخالف خدا تعالی کے آثار
کے بموجب حکم نکریگا اور اسوجہ سے بدکار ٹھہریگا کیونکہ اللہ تعالی
فرماتا ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفاسقون
اسکا جواب ہم کہتے ہیں کہ مجتہد خطا کار نے حکم اسی بات کا
کیا جسکو صواب گمان کیا اگرچہ حکم دینے میں اللہ تعالی
کے اتارے کے بموجب چوک گیا۔

قوله امر بالحكم بما ظنه
الخ قلنا اعتراف بمقصودنا
قوله والمخطئ ليس بمبطل
قلنا لم يكن مخالفا
للحق لان كل مخالف للحق
مبطل وماذا بعد الحق الا الضلال
والحق ان ما نسب الى الائمة
الاربعة قول مخرج من
بعض تصريحاتهم وليس نصا
منهم وانه لا خلاف للامة
في تصويب المجتهدين
فيما خير فيه نصا او اجماعا
كالقرأات السبع وصيغ
الادعية والوتر بسبع
وتسع واحدى عشرة
فكذلك لا ينبغي ان يخالفوا فيما
خير فيه دلالة +
والحق ان الاختلاف اربعة
اقسام احدها ما تعين فيه
الحق قطعا ويجب ان ينقض خلافه
انه باطل يقينا وثانيها ما تعين
له الحق بغالب الرأي وخلافه
باطل ظنا وثالثها ما

اور یہ جو کہا کہ مجتہد نے حکم دیا اُس بات کا جس کو
صواب گمان کیا آخر تک ہم کہتے ہین کہ یہ ہمارے
مقصود کا اقرار ہے (ہم بھی اسی وجہ سے اسکو مخالف
حق نہین کہتے) اور یہ جو کہا کہ خطا کار باطل والا نہین
ہوتا ہم کہتے ہین کہ جب وہ باطل پر نہوا تو مخالف حق نہ ٹھہرا
اسلیئے ہر ایک مخالف حق باطل پر ہوتا ہی اور حق کے بعد
سوا گمراہی کے اور کیا ہی۔ اور حق یہ ہی کہ جو قول ائمہ چار گانہ
کی طرف منسوب ہی یعنی ایک مجتہد کا برصواب ہے نا یہ قول
اُن کی بعض تصریحات سے نکالا ہوا ہی اُن سے کوئی بیان
منصوص اس باب مین نہین اور یہ بھی حق ہی کہ ساری امت
کو دونون مجتہدون کے برصواب کہنے مین کچھ خلاف نہین
جس مسئلہ مین کہ نص یا اجماع کی روسے مکلف کو اختیار
دیا گیا ہو مثلا ساتون قراتین قرآن کی اور الفاظ
دعاؤن کے اور نماز وتر پڑھنا سات اور نو اور
گیارہ رکعتون سے کہ سب صواب پر ہین تو اسی طرح
مناسب نہین کہ علما امت اس مسئلہ مین خلاف
کرین جس مین اختیار دلالت کی روسے دیا گیا ہو۔
اور حق یہ ہے کہ اختلاف کی چار قسمین ہین
ایک وہ جسمین حق یقینی ایک ہی ہو اس صورتین
اس کے خلاف کو توڑنا واجب ہی کیونکہ وہ یقینا
باطل ہے۔ دوم وہ جس مین حق ظن غالب کی
روسے متعین ہو اس صورت مین اسکا خلاف ظن
غالب کی روسے باطل ہوگا۔ قسم سوم وہ ہے

وبسط ذلك ومثّله بأمثالٍ كثيرةٍ
او معناه اذا كان فى المسئلةِ
خبر الواحد فقد اصاب من وجده
واخطأ من فقده وهذا ايضًا
مبسوط فى الأمّ قوله لان الاجتهاد
مسبوق الى آخره قلنا تعبدنا الله
تعالى بان نعمل ما يؤدّى اليه اجتهادنا
فنطلب الذى نعلمه اجمالا لنحيط
به تفصيلا قوله لاجتمع النقيضان
قلنا هو كخصال الكفارة كلٌّ
واحد منها واجب وليس بواجب قوله
من اصاب فله اجران قلنا
هذا عليكم لا لكم
لان الخطأ الذى يوجب
الاجر لا يكون معصية
فلا بد ان يكونا حكمين
لله تعالى
احدهما افضل من
الآخر كالعزيمة
والرخصة او هذا فى
القضاء ولابد ان المتحقق
فى الخارج اما قول
المدّعى او المنكر

اور اس مضمون کو خوب تفصیل سے بیان کیا ہی اور اسکی
بہت مثالین دی ہین - یا معنی قول شافعی کے یہ ہین کہ جب
واقعہ مین خبر واحد ہوتی ہی تو جس مجتہد کو وہ ملجاتی ہی تو
صواب کو پہونچتا ہی اور جسکو نہین ملتی وہ چوک جاتا ہی ا
یہ مضمون بھی کتاب اُمّ مین مشروح موجود ہے - اور
جو بیضاوی نے دلیل عقلی نفی گناہ کی بیان کی کہ دلائل اجتہاد
سے پہلے ہوتی ہین آخر تک ہم دلیل عقلی سہل تر کہتے ہین
اللہ تعالی نے ہمارے لیے عبادت یہ مقرر فرمائی ہی کہ ہم
عمل بہ کار بند ہون جسپر ہمارا اجتہاد پہونچا وے تو ہم جس بات
کو مجملا جانتے ہین اسکی جستجو کرتے ہین اس غرض سے کہ
اسکا علم مفصل حاصل کرین - اور یہ جو کہا کہ دونون اجتہاد
بر صواب ہونیسے دو نقیضین جمع ہوجائینگی اسکے جواب مین
ہم کہتے ہین کہ جمع نہونگی بلکہ یہ صورت کفارہ کی چیزون
کی طرح ہی کہ ہر ایک اُنمین سے واجب ہے اور واجب نہین بھی
- اور دلیل نقلی جو حدیث بیان کی کہ جو مجتہد صواب پر ہوتا ہے
اُسکو دو ثواب ہین اور ہر خطا والے کو ایک تو ہم کہتے
ہین کہ یہ دلیل تمہارے مطلب کی مضر ہے تمکو مفید نہین
کیونکہ ایسی خطا جو موجب ثواب ہو معصیت نہوگی
غرضکہ ضرور ہوا کہ دونون اجتہادون کے حکم خدا تعالی
کیلئے ہون کہ ایک اُنمین سے بہ نسبت دوسرے کی افضل ہی
جیسے عزیمت افضل ہوتی ہی رخصت سے یا یہ کہو کہ ایک حکم کا
برصواب اور دوسرے کا مخالف ہے تا قاضی کے حکم کرنیکے لحاظ سے
ہی اور خارج مین تو ضرور ہی کہ ثابت مدعی کا قول ہوگا یا منکر کا

فاعطه فاختلفا فی رجل قال احدهما
هو فقیر و قال الآخر لا والمأخذان
متقارب بان یسوغ الاخذ بهما
فهما مصیبان لانه ما ادار الحکم
الاعلی من یقع فی تحرّیه انه فقیر
وقد وقع فی تحرّیه ذلک من غیر
تقصیر ظاهر بخلاف ما اذا اعطی
تاجرا کبیرا له خدم وحشم
فانّ القائل بفقره یعدّ مقصرا و
لا یسوغ الاخذ بالشبهة التی ذهب
الیها فههنا مقامان احدهما انّه فقیر
فی الحقیقة ام لا ولا شبهة انّ الحق
فیه واحد وانّ النقیضین لا یجتمعان
والثانی ان من اعطی غیر الفقیر
علی ظنّ فقره هل هو مطیع ام لا
ولا شبهة انه مطیع نعم
من وافق ظنّه الحقیقة
قد نال حظا وافرا وان
کان الاجتهاد
فی اختیار ما خیّر
فیه کاحرف
القرآن وصیغ الادعیة
وکذا اما

تو اُس کو دیدیا اب دونون شخصون کو ایک مرد کے
باب مین اختلاف پڑا کہ ایک نے کہا وہ فقیر ہے اور
دوسرے نے کہا کہ فقیر نہین اور دونون کے قول کے
ماخذ ذہن سے قریب ہین کہ ہر ایک پر عمل کرنا گنجایش
رکھتا ہے تو اس صورت مین دونون صواب پر ہون گے
اسلیئے کہ آمر نے حکم دینے کا اُسی شخص کو کیا تھا کہ مامور کی
اٹکل مین آوے کہ وہ فقیر ہے اور اُسکی اٹکل مین یہی
آیا بدون کسی ظاہری قصور کے بخلاف اُس صورت
کے کہ کسی بڑے سوداگر نوکر چاکر رکھنے والے کو دیکر
کہے کہ فقیر کو دیا کیونکہ ایسے سوداگر کو فقیر کہنے والا تقصیر وار
کہا جایگا اور جس شبہ کیطرف وہ مائل ہوا ہے اُسپر عمل کرنا درست
نہین غرضکہ یہان ان دونون کا اختلاف دو طرح پر متصور
ہے اول یہ کہ واقع مین وہ شخص فقیر ہے یا نہین اس طرح
کے اختلاف مین تو بے شبہہ ایک ہی حق ہوگا اور دو
نقیضین جمع نہون گی اور دوم یہ کہ جس شخص نے
غیر فقیر کو فقیر سمجھکر دیا آیا اُس نے آمر کے حکم کی اطاعت
کی یا نہین اور اُس مین شک نہین کہ وہ مطیع ہے
ہان دونون ماموروں مین سے جس کا گمان موافق
واقع کے ہوگا اُسکو بہت بہرہ ثواب کا ملیگا۔
اور اگر اختلاف اجتہاد ایسی بات کے اختیار کرنے مین
ہو جس مین شرعاً اختیار دیا گیا ہو کہ جونسی چاہین
اختیار کرین مثلاً قرآن مجید کے الفاظ ساتون قرائتون
کے اور دعاؤن کے کلمات اور ایسے ہی وہ امور کہ

كان كلا طرفى الخلاف مخيرًا
فيه بالقطع ورابعها ما كان كلا
طرفى الخلاف مخيرًا فيه بغالب الرأى
وتفصيل ذلك انه ان كانت
المسئلة مما ينقض فيها قضاء القاضى
بان يكون فيها نص صحيح معروف
من النبى صلى الله عليه واله وسلم
فكل اجتهاد خلافه فهو باطل نعم
ربما يعذر بجهل نصه صلى الله عليه
واله وسلم الى ان يبلغ وتقوم الحجة
وان كان اجتهاده فى معرفة
واقعة قد وقعت ثم اشتبه الحال
مثل موت زيد وحياته فلا جرم
ان الحق واحد نعم ربما يعذر المخطئ
باجتهاده وان كان الاجتهاد فى امر
فوض الى تحرى المجتهد وكان
الماخذان متقاربين وليس واحد
منهما بعيدا من الاذهان جدًا بحيث
يرى ان صاحبه مقصر قد خرج من عرف
الناس وعادتهم فالمجتهدان مصيبان مثل
رجلين قيل لكل واحد منهما اعط كل فقير وجدته
درهما من مالى قال كيف اعرف انه فقير قيل اذا
اجتهدت فى تتبع قرائن الفقر ثم اتاك الظن انه فقير

كہ خلاف کی دونون طرفون مین مکلف کو یقینا اختیار دیا
گیا ہو۔ چہارم وہ ہی کہ خلاف کی دونون طرفونمین مکلف
کو ظن غالب کی روسے اختیار دیا گیا ہو۔ اور مفصل بیان
ان چارون قسمون کا یہ ہی کہ اگر مسئلہ خلافی ایسا ہو جسمین
حکم حاکم شرع ٹوٹتا ہو اسطرح کہ اس مسئلہ مین حدیث
صحیح معروف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو جو اجتہاد
خلاف اُس حدیث کے ہوگا وہ باطل ہی ہان بعض اوقات
مجتہد کو معذور جانا جائیگا بوجہ نجاننے حدیث منصوص
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان تک کہ وہ حدیث
پہنچے اور حجت قائم ہو۔ اور اگر اجتہاد ایک ایسے واقعہ
کے معلوم کرنے مین ہو جو ہو چکا ہے پھر اسمین شک پڑگیا
مثلا زید کے مرنے اور جینے مین تو ضرور ہی کہ حق اصل
صورت مین ایک ہی ہوگا مگر خطاکار کو اُس کے اجتہاد
مین معذور رکھا جائیگا۔ اور اگر اجتہاد ایسے معاملہ مین ہو
کہ مجتہد کی اٹکل پر اس کو رکھا ہو اور دونون مجتہدون
کے حکم کے ماخذ قریب قریب ہون کوئی انمین سے نہایت
دور ذہنون سے نہو کہ اُس ماخذ والے کو قصور وار سمجھین
کہ لوگون کی عرف اور عادت سے باہر ہو گیا ہو تو اس صورت مین
دونون مجتہد صواب ہونگے مثلا دو شخصون مین سے ہر ایک
سے کسی نے یہ کہا کہ جو فقیر تو پاوے اسکو میرے مال مین سے
ایک درہم دیدینا ہو تو ان مین سے ہر ایک نے کہا کہ مین کیسے جانونگا کہ وہ فقیر
ہی اُس سے یہ کہدیا گیا کہ جب تو فقیری کے قرینون کی تلاش
مین اجتہاد و کوشش کرے پھر تجکو یقین ہو جاوے کہ وہ فقیر ہی

متقاربين بالمعنى الذى ذكرنا
والحوان المسائل المذكورة فى كتب
اصول الفقه على قسمين قسم
هو من باب تتبع لغة العرب
كالخاص والعام والنص والظاهر
ومثله كمثل قول النحوى هذا الاسم
نكرة وذلك معرفة وهذا
علم وذلك اسم جنس والفاعل
مرفوع والمفعول منصوب وليس
فى هذا القسم كثير اختلاف وقسم
هو من باب تقريب الذهن الى
ما يفعله العاقل بسليقته تفصيله
انك اذا القيت الى عاقل كتابا عتيقا
قد تغير بعض حروفه وامرته بقراءته
فانه لابد اذا اشتبه عليه شئ يتتبع
القرائن ويتحرى الصواب وربما
يختلف عاقلان فى مثل ذلك
واذا عرض للعاقل طريقان
كيف يتتبع الدلائل ويفحص
عن المصالح ويختار
الارجح والاقل شرا فكذلك
الاوائل لما ورد عليهم
احاديث مختلفة

قريب قریب ہون ان معنون کے اعتبار سے کہ ہمنے
ذکر کیے ہین یعنی ذہن مین بآسانی آسکین بعید از عقل نہو
اور حق یہ ہی کہ جو مسائل اصول فقہ کی کتابون مین
مذکور ہین دو قسم کے ہین ایک قسم تو وہ ہین کہ الفاظ
عربی کی کیفیات کی جنس سے ہین جیسے خاص
اور عام اور نص اور ظاہر اور مثل اس کی جیسے
نحو دان کا کہنا کہ یہ اسم نکرہ ہی اور وہ معرفہ ہے
اور یہ چیز کا نام ہے اور وہ اسم جنس ہے اور فاعل
عبارت مین مرفوع ہوتا ہی اور مفعول منصوب ہوتا ہی
اور اس قسم کے مسائل مین بہت اختلاف نہین ہوتا
اور ایک قسم اس جنس کے مسائل ہین کہ ذہن کو
ایسے کام کے قریب کرین کہ عاقل اس کو اپنے سلیقہ
سے کرے اسکی تفصیل یہ ہی کہ تم اگر کسی عاقل کے سامنے
کوئی پرانی کتاب رکھو جسکے بعض حرف بگڑ گئے ہون
اور اسکو اس کتاب کے پڑھنے کو کہو تو ضرور ہی کہ جب
اس عاقل پر کوئی لفظ مشتبہ ہوگا تو وہ قرینون کی
دیکھ بھال کرکے لفظ درست پڑھنا چاہیگا اور بعض
اوقات اس جیسی بات مین دو عاقل مختلف ہوتے ہین
اور جب عاقل کے سامنے دو راہ نمودار ہوتے ہین تو
وہ کیسے دلائل کی دیکھ بھال کرکے مصلحتون کی
تلاش کرتا ہے اور انجام کو وہ راہ اختیار کرتا ہے
جو راجح تر اور بدی مین کم ہو تو اسی طرح پہلے
علما پر جب حدیثین مختلف کسی باب مین وارد ہوئین

فعله النبي صلى الله عليه وآله وسلم على
وجوه تسهيلا على الناس مع كونها
كلها حاوية لاصل المصلحة
فالمجتهدان مصيبان فهذا
كله بين لا ينبغي لاحد ان يتوقف فيه
ومواضع الاختلاف بين الفقهاء
معظمها امور احدها ان تكون
واحد قد بلغه الحديث والآخر
لم يبلغه والمصيب ههنا متعين
والثاني ان يكون عند كل
واحد احاديث وآثار متخالفة وقد
اجتهد في تطبيق بعضها ببعض او
ترجيح بعضها على بعض فادى اجتهاده
الى حكم فجاء اختلاف من هذا القبيل
والثالث ان يختلفوا في تفسير الالفاظ المستعملة
وحدودها الجامعة المانعة او معرفة
اركان الشيء وشروطه من قبيل الذكر والحذف وتخريج
المناط او صدق ما وصف وصفا عاما على هذه
الصورة الخاصة او انطباق الكلية على جزئياتها
ونحو ذلك فادى اجتهاد كل واحد الى مذهب
والرابع ان يختلفوا في المسائل الاصولية فيتفرع
عليه الاختلاف في الفروع والمجتهدان في هذه
الاقسام مصيبان اذا كان ماخذهما

پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگون پر سہل کرنے کے
لیے کئی طرح پر کیئے ہین باوجودیکہ ہر ایک اُنمین سے
اصل مصلحت کو حاوی ہے تو ایسے اختلاف مین دونون
مجتہد صواب پر ہین اور یہ سب تقریر صاف ظاہر ہے
کسی کو مناسب نہین کہ اس مین تامل کرے۔
اور فقہا مین اختلاف کے بڑے بڑے مقام کئی امر ہین
اول یہ کہ ایک مجتہد کو حدیث پہونچی اور دوسرے کو نہ پہونچی
تو ایسی صورت مین صواب پر ہونیوالا متعین ہے یعنے جسکو
حدیث ملی ہے وہی صواب پر ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر ایک مجتہد
کے پاس حدیثین اور آثار مختلف ہین اُسنے بعض کو بعض
سے مطابق کرنے یا ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے مین اجتہاد
کیا اور اُسکے اجتہاد نے ایک حکم خاص لگانیکی نوبت
پونہچائی تو ہر مجتہد کے حکم کا اختلاف اس قسم کا پیدا ہوا
اور تیسرے یہ کہ اختلاف الفاظ مستعملہ کی تفسیر مین ہو یا
اُنکے حدود جامع افراد اور مانع دخول غیر مین یا چیز کے ارکان
اور شرطون کی شناخت مین مثلاً ذکر کرنے اور محذوف
کرنے اور مناط نکالنے یا جو چیز کہ وصف عام سے موصوف
ہو اُس کے صادق آنے مین اس صورت خاص پر یا کلیہ کے
منطبق ہونے مین اپنی جزئیات پر یا کسی اور ایسی ہی باتون
اختلاف ہوا اور ہر مجتہد کا اجتہاد اس طرح سے کوئی مذہب
نکالے۔ اور چوتھی یہ صورت ہے کہ مسائل اصولی مین اختلاف
کرین اور اُس سے فروع مین اختلاف نکلے تو ان سب قسمون مین
دونون مجتہد صواب پر ہوتے ہین بشرطیکہ دونون کے ماخذ

وكتابة كتب الحديث وتصحيحها جروا في تلك الميادين بسليقتهم المخلوقة في عقولهم ثم جاء اقوام آخرون وجعلوا صنائعهم تلك كليات مدونة

وههنا فائدة جليلة هي ان من شروط العمل بمثل هذه المقدمات الكلية ان لا يكون الصورة الجزئية التي يقع فيها الكلام مما سبق عن العقلاء فيها ضد حكم الكليات لانه كثيرا ما يكون هناك قرائن خاصة تفيد غير حكم الكليات واصل الجدل هو اتباع الكليات واثبات حكم قد تقضي العقل الصراح بخلافه لخصوص المقام كما اذا رأيت حجرا وايقنت انه حجر فجاء الجدلي فقال الشيء انما يعرف باللون والشكل ونحوهما وهذه الصورة تتشابه الاشياء فيها فنقض ذلك يقين بامر كلي ولا يعلم المسكين ان اليقين الحاصل في هذه الصورة الخاصة اكبر من اتباع الكليات فاياك ان يغرك اقوالهم من صريح السنة

اور حدیث کی کتابون کے لکھنے اور اُن کے صحیح کرنے مین تو اُنہون نے ان میدانون مین اپنے اس سلیقہ سے قدم رکھا جو اُن کی عقلون مین پیدا کیا گیا تھا۔ پھر اور بہت سے لوگ آئے اور اُن کی اُن تدبیرون کو قواعد کلیہ ٹھہرا کر قلم بند کیا۔

اور یہان ایک بڑے کام کی بات ہے وہ یہ ہے کہ ایک شرط ان جیسے کلی مقدمات پر عمل کرنے کی یہ ہی کہ وہ صورت خاص جس مین گفتگو واقع ہو اُن صورتون مین سے نہو جن مین عقلاء سلف حکم مخالف ان کلیات کے دیچکے ہون کیونکہ اکثر صورت متنازعہ مین بعض خاص قرینے ایسے ہوتے ہین کہ جنسے حکم کلیات کے مخالف نکلتا ہے اور جھگڑے کی بنا یہی ہے کہ کلیات کے درپے ہو کر ایسا حکم ثابت کرنا کہ عقل خالص مقام کی خصوصیت کی وجہ سے اُس کے خلاف حکم دیچکی ہو مثلاً تم کوئی پتھر دیکھو اور یقین کرلو کہ یہ پتھر ہے پھر کوئی جھگڑالو آوے اور تقریر کرے کہ چیز کو رنگ اور ڈھنگ وغیرہ سے پہچانتے ہین اور اس ظاہری صورت مین تو بہت سی چیزین ایک دوسری سے مشابہ ہین غرضکہ تمہارے یقین کو ایک امر کلی سے بزعم خود توڑتا ہی اور بیچارہ یہ نہین جانتا کہ جو یقین اس صورت خاص مین ہو چکا ہی وہ کلیات کے درپے ہونیسے بڑھکر ہی تو تم خبردار رہنا کہین اُن کے اقوال صریح حدیث سے تمکو دھوکا نہ دین

اجالوا قداح نظرهم فی ذلك فافضی
اجتهادهم الی الحکم علی بعضها
بالنسخ وتطبیق بعضها ببعض وترجیح
بعضها علی بعض وکذلك لما ورد
علیهم مسائل لم یکن السلف تکلموا
فیها اخذ والنظیر بالنظیر واستنبطوا
العلل وبالجملة فکانت لهم
صنائع اندفعوا الیها بسلیقتهم
المخلوقة فیهم کما یندفع العاقل
فی امر یعن له فاراد قوم ان یدوا
صنائعهم التی ذکروها مفصلة
فی کتبهم او اشاروا الیها فی ضمن کلامهم
او خرجت من مسائلهم وان لم یذکروها
وتلقت عقول الخلف اکثر
صنائعهم بالقبول لما جبلوا علیه من
السلیقة فی مثل ذلك ثم صارت
امورا مسلمة
فیما
بینهم

وعلی قیاس ذلك لما افرغوا جهدهم فی روایة
الحدیث ومعرفة الصحیح من السقیم و
المستفیض من الغریب ومعرفة
احوال الرواة جرحا وتعدیلا

تو اُنہون نے اُن مین بہت غور سے نظر کی اور اُنکے
اجتہاد نے بعض احادیث پر نوبت منسوخ ہونیکا حکم
لگانے کی پہونچائی اور بعض کو بعض سے مطابق کرنے
اور کسی کو دوسری پر ترجیح دینے کی۔ اور اسی طرح
جب اُن کے سامنے ایسے مسائل آئے کہ سلف نے
اُنمین کچھ نہ کہا تھا تو اُنھون نے اُن کی نظیر کا حکم اُنپر
لگایا اور دونون نظیرون مین علتین حکم کی نکالین
اور حاصل یہ کہ اُنکے پاس ایسی تدبیرین تھین جن کی
طرف اُنھون نے اپنے سرشتی سلیقہ سے توجہ کی
جیسے عاقل آدمی کسی معاملہ مین جو اُس کو پیش آتا ہی
توجہ کرکے تدبیر نکالتا ہے۔ پھر کچھ لوگون نے ارادہ کیا
کہ اُن کی اُن تدابیر کو خوب واضح بیان کرین جنکا
ذکر اُنھون نے اپنی کتابون مین تفصیل وار کیا
ہے یا اپنے کلام کے اثنا مین اُن کی طرف اشارہ
کیا ہے یا اُن کے مسائل سے نکالی گیٔی ہین اگرچہ اُنھون
نے اُن کو بیان نہین کیا۔ اور خلف کی عقلون نے
اُنکی اکثر تدبیرون کو مان لیا اسلیے کہ اس جیسی بات
مین اُن کی سرشت اُسی سلیقہ پر تھی پھر یہ تدابیر
سب فقہا مین تسلیم کیٔے ہوئے امر ٹھہر گیٔے
اور اسی قیاس پر جب علماء سلف نے اپنی کوشش
کامل کی حدیث کے روایات کرنے اور صحیح کو معلول
سے اور مشہور کو غریب سے پہچاننے مین اور راویون کے
حالات سچے ہونے اور مطعون ہونے کے معلوم کرنے مین

وكل من استقرأ نصوص الشارع
وفتاواه يحصل عنده فاعدة كلية
وهي ان الشارع قد ضبط انواع البر من
الوضوء والغسل والصلوة والزكوة
والصوم والحج وغيرها مما اجمعت
الملل عليه بانحاء الضبط فشرع لها
اركانا وشروطا وادابا ووضع لها
مكروهات ومفسدات وجوابر
واسبغ القول في هذا حق الاسباغ
ثم لم يبحث عن تلك الاركان وغيرها
بحد وجامعة مانعة كثير بحث وكما
سئل عن احكام جزئية تتعلق بتلك
الاركان والشروط وغيرها احالها على
ما يفهمون في نفوسهم من الالفاظ المستعملة
وارشدهم الى رد الجزئيات نحو الكليات
ولم يزد على ذلك اللهم الا في مسائل
قليلة لاسباب طارية من لجاج القوم
ونحوه فشرع غسل الاعضاء الاربعة
في الوضوء ثم لم يحد الغسل بحد جامع
مانع يعرف به ان الدلك داخل
في حقيقته ام لا وان
اسالة الماء
داخلة فيها ام لا

اور جو کوئی شارع علیہ السلام کے حکمون اور فتوونکو
خوب جستجو کرے تو اُس کو ایک قاعدہ کلیہ ل جاوے
اور وہ یہ ہی کہ شارع علیہ السلام نے نیکی کے سب اقسام
یعنی وضوا ور غسل اور نماز اور زکوۃ اور روزہ اور حج
وغیرہ کو جن پر اسلامی ملتون کا اتفاق ہی طرح طرح
سے ضبط فرمایا مثلاً اُن کے ارکان اور شرطین اور قواعد
مقرر کیئے اور اُن کے لیے مکروہات اور مفسدات
اور نقصان کے پورا کرنے والی چیزین ٹھرائین اور
اس باب مین ارشاد کو کامل فرمایا جیسا کمال کرنا چاہیئے تھا
پھر بھی اُن ارکان وغیرہ کی تعریفون جامع اور
مانع سے بہت بحث نہین کی — اور جب کبھی
آپ سے حال احکام جزئی کا جو متعلق اُن ارکان و
شروط وغیرہ سے ہوتے پوچھا جاتا تو آپ اُن احکام
کو اُن الفاظ مستعملہ پر حوالہ کرتے جن کو وہ لوگ
اپنے جی مین سمجھتے تھے اور اُن کو جزئی باتونکو
کلیات پر منطبق کرنا بتا دیتے اور اسپر کبھی زیادہ
نہ کرتے مگر ہان تھوڑے مسئلون مین اس بات
عارضی یعنے قوم کے اصرار وغیرہ کی وجہ سے کچھ زیادتی
بھی فرمایا ہی — مثلاً وضو مین آپ نے دھونا چار
اعضا کا مشروع تو فرمایا مگر دھونے کی تعریف
جامع اور مانع ایسی نہین فرمائی جس سے معلوم ہو
کہ ملنا اعضا کا دھونے کی ماہیت مین داخل ہی یا
نہین اور پانی کا بہانا اُسکی حقیقت مین ہے یا نہین

والاختلاف فی هذا القسم راجع الی
التحری وسکون القلب وبالجملة الاختلاف
فی اکثر اصول الفقه راجع الی التحری
واطمینان القلب بشنا هذه القرائن
وقد اشار النبی صلی الله علیه واله
وسلم الی ان التکلیف راجع
الی ما یؤدی الیه التحری
فی مواضع من کلامه منها
قوله صلی الله علیه وسلم فطرکم یوم
تفطرون واضحاکم یوم تضحون
قال الخطابی معنی الحدیث ان الخطأ
موضوع عن الناس فیما کان
سبیله الاجتهاد فلو ان قوما اجتهدوا
فلم یروا الهلال الا بعد الثلثین فلم یفطروا
حتی استوفوا العدد ثم ثبت
عنهم ان الشهر کان تسعا
وعشرین فان صومهم وفطرهم
ماض ولا شیء علیهم من وزر او
عتب وکذلک فی الحج اذا اخطؤا یوم
عرفة فانه لیس علیهم اعادته ویجزئهم
افعالهم ذلک وانما هذا تخفیف من الله سبحانه
ورفق بعباده ومنها قوله الحاکم اذا اجتهد فاصاب
فله اجران واذا اجتهد فاخطأ فله اجر

اور اس قسم مین اختلاف کرنیکا مآل اٹکل اور دل کی تسلی پر
ہے اور حاصل یہ ہے کہ اکثر اصول فقہ مین اختلاف کا انجام
قرائن کے دیکھنے سے اٹکل اور دل کے اطمینان پر ہوتا ہے
اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے چند جگہون مین اپنے کلام
مبارک سے اشارہ فرمایا ہے کہ حکم شرع اسی طرف
ڈھلتا ہے جدھر آدمی کی اٹکل پونہچا دے اُن جگہون مین
سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ تمہارے افطار کا دن وہ ہے جس دن افطار کرتے ہو
اور تمہاری قربانی اسی روز ہے کہ تم قربانی کرتے ہو خطابی
نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہین کہ لوگون کا خطا کرنا
ایسے مسائل مین جنکا مدار کوشش اور محنت پر ہے معاف
ہے مثلاً اگر ایک قوم نے عید فطر کے چاند دیکھنے مین محنت
کی اور تیس دن کے بعد ہی دیکھا یعنی افطار نہ کیا یہان
تک کہ تیس روزہ پورے رکھے پھر اُن کو ثابت ہوا کہ ماہ رمضان
انتیس دن کا تھا تو انکا روزہ اور افطار درست ہوا
اور اُن پر کچھ گناہ یا عتاب نہین اور اسی طرح حج مین
اگر عرفہ کا روز چوک جائین تو اُن پر دوبارہ حج کرنا لازم
نہین اور وہی افعال حج جو کر چکے کافی ہونگے اور یہ
بات صرف خدائے پاک کی طرف سے تخفیف اور نرمی
ہے اُس کے بندون پر۔ اور اُن مواضع مین سے ایک یہ
ارشاد ہے کہ حاکم جب اجتہاد کرے اور صواب کو پہونچے
تو اُس کو دو ثواب ہین اور جب اجتہاد کرے اور چوک
جائے تو اُس کو ایک ثواب ہے۔

وعدم الاكثار من وجوه الضبط
مصلحة عظيمة وهي ان هذه المسائل
ترجع الى حقائق تستعمل في العرف
على اجمالها ولا يعرف حدها الجامع المانع
الا بعسر وربما يحتاج عند اقامة الحد
الى التمييز بين المشكلين باحكام
وضوابط يحرجون باقامتها ثم ان
ضبطت وفسرت لا يمكن تفسيرها
الا بحقائق مثلها وهلم جرا فيتسلسل
الامر او يقف في بعض ما هنالك
الى التفويض على رأي المبتلى بها
والحقائق الاخرى ليست باحق من
الاولى في التفويض الى المبتلين
فلاجل هذه المصلحة
فوض الحقائق اول مرة
الى رأيهم ولم يشدد فيما
يختلفون حين كان الاختلاف
في امر فوض اليهم وله في
ذلك مساغ فلم يعنف على
عمرو بن العاص فيما فهم من
قوله تعالى ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة
من جواز التيمم للجنب اذا خاف
على نفسه من البرد

اور اقسام ضبط کو زیادہ بیان نہ کرنے مین ایک
بڑی مصلحت ملحوظ فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان
مسائل کا مآل ایسی حقیقتین ہین جو عرف مین مجمل
مستعمل ہین اور اُن کی تعریف جامع و مانع
بدون دشواری کے معلوم نہین ہوتی اور بعض
اوقات تعریف بیان کرتے وقت دو مشکل حقیقتون
مین جدائی کرنے کے لئے ضرورت ایسے احکام و قواعد
کی ہوتی ہے کہ اُن کے بیان کرنے مین لوگ تنگ ہوتے
ہین پھر اگر اُن حقائق کو ضبط اور تفسیر بھی کیا جائے
تو اُن کی تفسیر ہو نہین سکتی مگر انہین جیسے مجمل
حقیقتون سے اور اسی طرح لئے جاؤ تو معاملہ تفسیر
حقائق کا مسلسل ہو جائیگا کہین نہین ٹھہریگا یا بعض
صورتون مین مامور کی رائے پر حوالہ کر دینے سے
ٹھہریگا حالانکہ یہ صورتین ماموزین کی رائے پر سپرد کر دینے
کے باب مین بہ نسبت پہلی صورتون کے زیادہ شایان
نہین ہین تو اسی مصلحت کیوجہ سے آپنے حقائق کو اول
ہی سے ماموروں کی رائے پر حوالہ کر دیا اور خلافی مسائل
مین کسی پر تشدد نہین کیا درصورتیکہ اختلاف اُس
مسئلہ مین ہوا جو اُن کی رائے پر مفوض تھا اور نیز اُس
مین اختلاف کی گنجائش بھی تھی مثلاً آپنے عمرو
بن عاص پر سرزنش فرمائی اُن کے سمجھنے پر اس
آیت سے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ یہ مضمون کہ تیمم کرنا
ناپاک کو درست ہے جبکہ سردی کے مارے جانکا خوف کرے

ولم يقسم الماء الى مطلق ومقيد ولم
يبين احكام البير والغدير ونحوهما
فهذه المسائل كلها كثيرة الوقوع
لا يتصور عدم وقوعها في زمانه صلى
الله عليه وآله وسلم ولما سأله
السائل في قصة بير بضاعة وحديث
القلتين لم يزد على الرد الى ما يفهمونه
من اللفظ ويعتادونه فيما بينهم ولهذا
المعنى قال سفيان الثوري ما وجدنا
في امر الماء الا سعة ولما سألته امرأة
عن الثوب يصيبه دم الحيضة لم يزد
على ان قال حتيه ثم اقرصيه ثم
انضحيه ثم صلى فيه فلم يأت بأكثر
مما عندهم وامر باستقبال القبلة
ولم يعلمنا طريق معرفة القبلة وقد
كانت الصحابة يسافرون ويجتهدون في
امر القبلة وكانت لهم حاجة شديدة الى معرفة
طريق الاجتهاد فهذا كله لتفويضه
مثل ذلك الى رأيهم وهكذا اكثر فتاواه
صلى الله عليه وآله وسلم
كما لا يخفى على منصف لبيب
وقد فهمنا من تتبع احكامه
انه راعى في ترك التعمق

اور نہ پانی کی تقسیم فرمائی کہ مطلق ہو یا مقید اور نہ
کنوئیں اور تالاب اور ان جیسے اور پانیون کے
احکام بیان فرمائے حالانکہ یہ مسائل اکثر واقع ہوتے
ہین اور خیال مین نہین آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ مین یہ مسائل واقع نہوئے ہون۔
اور جب سائل نے آپ سے قصہ بیر بضاعہ اور قلتین مین
پانی کا حال پوچھا تو آپ نے زیادہ نفرمایا اُنھین لفظون
سے جواب دیا جنکو وہ لوگ سمجھتے تھے اور آپس مین اُن کے
خوگر تھے اور اسی وجہ سے سفیان ثوری نے کہا ہی کہ
ہم نے پانی کے معاملہ مین وسعت ہی پائی۔ اور جب ایک
عورت نے آپ سے حال اُس کپڑے کا پوچھا جسپر حیض کا
خون لگجائے تو آپنے اُتنا ہی فرمایا کہ اول کھرچدے پھر
کپڑے کو ملڈال پھر دھولے پھر اُس سے نماز پڑھ لے غرض
جسقدر اُن لوگون کو معلوم تھا اُس سے زیادہ کچھ نفرمایا
اور آپ نے قبلہ کیطرف موںھ کرنیکا نماز مین حکم فرمایا
اور ہمکو قبلہ کے پہچاننے کا طور نہ سکھایا حالانکہ صحابہ
سفر کرتے رہتے تھے اور قبلہ کے معاملہ مین دقت اٹھاتے
تھے اور اس دشواری کے طریق معلوم کرنیکی اُنکو سخت
حاجت تھی تو ان سب امور کی وجہ یہ تھی کہ آپنے ایسی
باتین اُنھین لوگون کی رائے پر حوالہ کر رکھی تھین اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر فتوؤنکا حال ایسا ہی ہی
جیسا کہ منصف عاقل پر پوشیدہ نہین۔ اور ہمنے آپکے احکام
کی تلاش سے یہ سمجھا ہی کہ آپ نے تہ کی باتین چھوڑنے

فلا عنف على احد من المختلفين عندهم
ونظيره ايضا ما اجمعت الامة من
الاجتهاد في القبلة عند الغيم وترك
العنف على واحد فيما ادّى تحرّيه اليه
ونظير هذه المصلحة ما ذكره
اهل المناظرة من الاصطلاح
على ترك البحث عن مقدمات
الدلائل لئلا يلزم انتشار البحث
فمن عرف هذه المسئلة كما هى
علم ان اكثر صور الاجتهاد
يكون الحق فيها دائرا فى
جانبى الاختلاف وان فى الامر
سعة وان اليبس على شئ واحد
والجزم بنفى المخالف ليس بشئ وان
استنباط حدودها ان كان
من باب تقريب الذهن الى ما يفهمه
كل احد من اهل اللسان فاعانه على العلم وان
كان بعيدا من الاذهان وتميزا
للمشكل بمقدمات مخترعة فعسى
ان تكون شيئا جديدا وان الصحيح ما قاله الامام
عزالدين بن عبد السلام ولقد افلح من
قام بما اجمعوا على وجوبه
واجتنب ما اجمعوا على تحريمه

کچھ سرزنش نہین اختلاف کرنیوالون مین کسی پر انکے
نزدیک بھی۔ اور نیز اس حوالہ کی نظیر وہ مسئلہ ہی
جس پر امت کا اتفاق ہی یعنے کوشش کرنا قبلہ کے
باب مین ابر کے وقت اور کسی کو برا نکہنا اُس سمت کے
اختیار کرنے مین جدھر اُسکی اٹکل قائم ہوئی۔
اور نظیر اس مصلحت کی وہ ہے جو اہل مناظرہ نے
اصطلاح بیان کی ہے کہ دلائل کے مقدمات پر بحث
نہ کیجائے تاکہ بحث کی پریشانی لازم نہ آوے۔
تو جو کوئی اس مسئلہ کی ماہیت جون کی تون جان
لیگا اس کو یہ امور معلوم ہو جائینگے اول یہ کہ اجتہاد
کی اکثر صورتون مین امر حق اختلاف کے دونون جانب
کے اندر دائر رہتا ہی۔ دوم یہ کہ دین کے معاملہ مین
وسعت ہی تنگی نہین۔ سوم یہ کہ ایک چیز پر جم جانا
اور مخالف کی نفی کا یقین کرنا کچھ بات نہین۔
چہارم یہ کہ حقائق کی تعریفون کو نکالنا اگر اس قسم
سے ہے کہ ذہن کے قریب ہو جائین سب اہل زبان
اُن کو سمجھ لین تو یہ علم پر مدد کرتا ہے اور اگر ان کا بیان
ذہنون سے دور اور دو مشکل باتون کی امتیاز اپنے بنے
گڑھے ہوئے مقدمون سے ہو تو یہ ایک نئی شریعت ہو
یعنی قابل التفات نہین۔ پنجم یہ کہ صحیح وہ قول ہی جو امام
عزالدین بن عبد السلام نے کہا ہی کہ نجات پائی ایسے شخص
نے جسنے وہ عمل کیا جسکے وجوب پر علمانے اتفاق کیا ہی
اور اُس چیز سے احتراز کیا جسکی حرمت پر انکا اتفاق ہی

و لم يعنف على عمر بن الخطاب فيما فهم
من تاويل او لامستم النساء آية في
لمس المرأة لا الجنابة فبقيت مسئلة
الجنب غير محلولة فينبغي ان لا يتيمم
الجنب اصلا اخرج النسائي عن
طارق ان رجلا اجنب فلم يصل
فاتى النبي صلى الله عليه و آله
و اصحابه و سلم فذكر ذلك له فقال
اصبت فاجنب رجل فتيمم و صلى فاتاه
فقال نحو ما قال للآخر يعني اصبت
انتهى و لم يعنف على احد ممن اخر
صلوة العصر او اداها في وقتها حين
كانوا اجميعا على تاويل من قوله لا تصلوا
العصر الا في بني قريظة و بالجملة فمن
احاط بجوانب الكلام علم انه
صلى الله عليه و آله و سلم
فوض الامر في تلك الحقائق
المستعملة في العرف
على اجمالها و كذا في تطبيق
بعضها ببعض الى افهامهم و نظيره
تفوي بعض الفقهاء كثيرا
من الاحكام الى التحري
المبتلى به و عاداتهم

اور نہ حضرت عمر بن خطاب کو کچھ برا کہا اس مضمون کے
سمجھنے پر آیہ اولامستم النساء سے کہ یہ حکم تیمم کا عورت
کے چھونے کے باب مین ہے نہ جنابت کے باب مین غرضکہ
مسئلہ تیمم ناپاک شخص کا اُن کے نزدیک بے ذکر رہ گیا تو
چاہیے کہ جنب آدمی ہرگز تیمم نہ کرے۔ نسائی نے طارق
بن شہاب سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص جنب ہو گیا اسلیے
نماز نہ پڑھی یعنی تیمم نہ کیا وہ بحضور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
حاضر ہوا اور یہ ماجرا آپ کی خدمت مین عرض کیا آپنے
فرمایا کہ تونے اچھا کیا پھر ایک شخص ناپاک ہوا اُس نے
تیمم کرکے نماز ادا کرلی اور حاضر آپ کی خدمت مین ہوا
آپ نے اُس کو بھی ایسا ہی فرمایا جیسا اول شخص کو فرمایا
تھا یعنے تونے اچھا کیا نسائی کا بیان تمام ہوا۔ اور نہ
کسیکو اُن لوگون مین سے برا کہا جنھون نے نماز عصر
مین تاخیر کی یا اُس کو وقت کے اندر اثنا رراہ مین ادا کیا
کیونکہ ہر ایک فرقہ نے آپکے اس ارشاد کے کہ نماز عصر
مت پڑھنا مگر بنی قریظہ مین پہونچکر ایک معنی سمجھ لیے
تھے غرضکہ جو کوئی آپکے کلام پاک کے پہلوؤن کو خوب
دیکھے تو وہ جان لیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن
حقائق کے باب مین جو عرف مین مجمل مستعمل ہوتی ہین اور
نیز اُنہین سے بعض حقائق کو بعض سے مطابق کرنے مین معاملہ
کو اُن لوگون کی سمجھ پر حوالہ فرمایا ہے۔ اور اس حوالہ فرمانے
کی نظیر فقہا کا حوالہ کرنا ہے اکثر احکام کو مامور مکلف
کی اٹکل اور عادت پر اور اس صورت مین

والمختارُ التفصيل، فان كان المذهبُ الذي
اراد الانتقال اليه مِمّا ينقض فيه الحكم
فليس له الانتقال الى حكم يجبُ
نقضه فانه لم يجب نقضه الا لبطلانه
وان كان الماخذان متقاربين
جاز التقليد والانتقال لانّ النّاس
لم يزالوا من زمن الصحابة الى ان
ظهرت المذاهب الاربعة يقلّدون
من اتّفق مِنَ العلماء مِنْ غير
نكير من احد يعتبر انكاره ولو كان
ذلك باطلا لانكروه
وَاللهُ اعلم بالصواب

انتهى

وَاذا تحقّقَ عندك ما بيّنّاهُ علمتَ
ان كُلّ حكمٍ يتكلّمُ
فيه المجتهد باجتهاده منسوبٌ الى
صاحب الشرع عليه الصلوات
والتسليمات امّا الى لفظه او
الى علّة ماخوذة مِنْ لفظه
واذا كان الامر على ذلك ففي
كل اجتهاد مقامان احدهما ان صاحب الشرع هل
اراد بكلامه هذا المعنى او غيره وهل
نصب هذه العلة مدارًا في نفسه

اور قول مختار اس باب مین تفصیل ہی اسطرح
کہ اگر وہ مذہب جسکی طرف جانا چاہتا ہے اُن
مذاہب مین سے ہے جن مین حکم توڑا جاتا ہے یعنی
اُن کا حکم توڑنے کے قابل ہے تو اُس شخص کو ایسے حکم
کی طرف جانا درست نہین جس کا توڑنا واجب ہے کیونکہ
اُس کا توڑنا اس لیئے واجب ہوا کہ وہ حکم باطل ہوا اور
اگر دونون مذہب کے ماخذ قریب قریب ہین تو تقلید اُس
کی اور جانا دوسرے کیطرف درست ہے کیونکہ سلف کے
لوگ صحابہ کیوقت سے تا ظہور چارون مذاہب کے ہمیشہ
اُن علما کی تقلید کرتے تہے جو اُن کو ملتے اس امر پر
کسی ایسے شخص نے انکار نہین کیا جسکے انکار کا اعتبار
ہوا اور اگر یہ بات باطل ہوتی تو بیشک انکار کرتے واللہ
اعلم بالصواب تمام ہوا کلام عزالدین بن عبد السلام کا
اور جب تمہاری نزدیک ثابت ہوگا جو کچھ کہ ہم نے
بیان کیا ہے تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ جس حکم مین
مجتہد اپنے اجتہاد سے گفتگو کرتا ہے وہ شارع علیہ
الصلوٰت والتسلیمات کیطرف منسوب ہوتا ہے خواہ
آپ کے الفاظ مبارک کیطرف یا اُس علت کیطرف
جو آپ کے الفاظ سے لی گیٔی ہے اور جب معاملہ
اس طرح پر ہے تو ہر ایک اجتہاد مین دو مقام
قابل لحاظ ہین۔ اول یہ کہ شارع علیہ السلام نے
آیا اپنے کلام پاک سے یہی معنے مراد لیئے ہین یا دوسرے
معنی اور آیا آپ نے اسی علت کو اپنے دل مین مدار ٹہرایا

واستباح ما اجمعوا على اباحته وفعل
ما اجمعوا على استحبابه واجتنب
ما اجمعوا على كراهته ومن اخذ
بما اختلفوا فيه فله حالان احدهما
ان يكون المختلف فيه مما ينقض الحكم
به فهذا لا سبيل الى التقليد فيه
لانه خطأ محض وما حكم فيه
بالنقض الا لكونه خطأ بعيدا
من نفس الشرع وماخذه ورعاية
حكمه الثانية ان يكون مما
لا ينقض الحكم به فلا بأس بفعله
ولا بتركه اذا قلد فيه بعض العلماء
لان الناس لم يزالوا على ذلك
يسألون من اتفق من العلماء
من غير تقييد بمذهب ولا انكار على
احد من السائلين الى ان ظهرت هذه
المذاهب ومتعصبوها من المقلدين
فان احدهم يتبع امامه مع بعد
مذهبه عن الادلة مقلدا له
فيما قال فكانه نبي ارسل اليه
وهذا نأى عن الحق وبعد عن الصواب لا يرضى
به احد من اولى الالباب انتهى وقال من قلد اماما
من الائمة ثم اراد تقليد غيره فهل له ذلك فيه خلاف

اور مباح جانا اُس شے کو جسکی اباحت پر علما نے اتفاق کیا
اور وہ کام کیا جسکے مستحب ہونے پر سب نے اجماع کیا اور کنارا
کیا اُس فعل سے جسکے مکروہ ہونے پر علما متفق ہین اور جس نے
ایسی چیز کو اختیار کیا جس مین علما اختلاف رکھتے ہین تو اُسکی
دو حال ہین ایک یہ کہ مختلف فیہ اُن مین سے ہو جسنے حکم حاکم
شرع ٹوٹتا ہو تو اس قسم کے مختلف فیہ مین تقلید کی کوئی
صورت نہین کیونکہ وہ نری خطا ہی اور حکم شرع اسمین اسی لیے
ٹوٹا کہ وہ ایسی خطا ہی کہ نفس شریعت اور اُسکے ماخذ اور اُسکے
حکم کی رعایت سے بعید ہی۔ دوسرا حال یہ ہی کہ مختلف فیہ
ایسی چیز نہین ہی جس سے حکم شرع ٹوٹتا ہو تو ایسے مختلف
فیہ کے کرنیکا کچھ مضائقہ نہین نہ اُس کے ترک مین کھٹکا
بشرطیکہ اُس مین کسی عالم کی تقلید کرے کیونکہ آدمی ہمیشہ
سے یہی کرتے رہے کہ علما مین جو مِلگیا اُس سے دریافت
کر لیتے تھے بدون قید کسی مذہب کے اور بدون انکار کے
سائلون مین سے کسی پر یہانتک کہ یہ مذاہب اور اُن کے
متعصب پیدا ہوئے کہ اُنمین سے ایک اپنے امام کی پیروی کرتا ہی
باوجودیکہ اُسکا مذہب دلائل سے دور ہی مگر وہ امام کے قول مین
اُسکی تقلید کرتا ہی گویا امام ایک پیغمبر مرسل ہی اور یہ تعصب حق
اور صواب سے بعید ہی کوئی اہل عقل مین سے اس سے راضی
نہین تمام ہوا مقولہ عزالدین بن عبدالسلام کا۔ اور نیز
اُنھون نے کہا کہ جو شخص چارون امامون مین سے ایک امام کا
مقلد ہو پھر دوسرے امام کی تقلید کرنی چاہے تو یہ امر اُسکو درست
ہی یا نہین اسمین علما کا اختلاف ہی ـــ

فاجتهاده باطل ظنا وان كان المجتهدان جميعًا قد سلكا ما ينبغي لهما ان يسلكاه ولم يخالفا حديثًا صحيحًا ولا امرًا ينقض اجتهاد القاضي والمفتي في خلافه فهما جميعًا على الحق هذا والله اعلم

باب ۳ تاكيد الاخذ بهذه المذاهب الاربعة والتشديد في تركها والخروج عنها

اعلم ان في الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفي الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة ونحن نبين ذلك بوجوه احدها ان الامة اجمعت على ان يعتمدوا على السلف في معرفة الشريعة فالتابعون اعتمدوا في ذلك على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على التابعين وهكذا في كل طبقة اعتمد العلماء على من قبلهم والعقل يدل على حسن ذلك لان الشريعة لا تعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل لا يستقيم الا بان ياخذ كل طبقة عن قبلها بالاتصال ولابد في الاستنباط ان يعرف مذاهب المتقدمين لئلا يخرج من قولهم فيخرق الاجماع

تو اُس کا اجتہاد بگمان غالب باطل ہوگا۔ اور اگر دونون مجتہد اجتہاد کرلے ہین وہی چال چلے جو انکو چلنا مناسب تھا اور کسی حدیث صحیح کا خلاف دونون نے نہین کیا اور نہ ایسے امر کے مخالف ہوے کہ اُسکے خلاف کرنے سے اجتہاد قاضی اور مفتی کا ٹوٹتا ہو تو اس صورت مین دونون مجتہد برحق ہون گے اسبات کو یاد رکھو واللہ اعلم۔

باب سوم ان چارون مذہبونکے اختیار کرنے کی تاکید اور انکو چھوڑنے اور ان سے باہر نکلنے کی ممانعت شدید مین

جاننا چاہیے کہ ان چارون مذہبون کے اختیار کرنے مین ایک بڑی مصلحت ہی اور ان سب کے سب سے روگردانی کرنے مین بڑا فساد ہی اور ہم اس بات کو کئی وجہون سے بیان کرتے ہین۔ وجہ اول یہ ہی کہ امت نے اس بات پر اجماع کیا ہی کہ شریعت کے معلوم کرنے مین سلف پر اعتماد کرین مثلاً تابعین نے اس بارہ مین صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اور اسی طرح ہر طبقہ مین علما نے اپنے پہلے علما پر اعتماد کیا اور اس امر کی خوبی پر عقل بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ شریعت دو ہی باتون سے معلوم ہوتی ہے ایک نقل دوم استنباط اور نقل اسی طرح سے ٹھیک ہوتی ہے کہ ہر طبقہ اپنے پہلے طبقہ سے پیہم لیتا چلا آوے اور استنباط مین ضروری بات یہ ہی کہ مذہب پہلون کے جانے اس وجہ سے کہ اُنکے اقوال سے باہر نہو جائے ورنہ اجماع کے مخالف ٹھریگا

حيث ما تكلم بالحكم المنصوص عليه اولا فان
كان بحث التصويب بالنظر الى هذا
المقام فاحد المجتهدين لا بعينه مصيب
دون الآخر وثانيهما ان من جملة احكام
الشرع انه صلى الله عليه وآله وسلم
عهد الى امته صريحا او دلالة انه متى
اختلف عليهم نصوصه او اختلف عليهم
معاني نص من نصوصه فهم مامورون
بالاجتهاد واستفراغ الطاقة في معرفة
ما هو الحق من ذلك فاذا تعين عند مجتهد
شئ من ذلك وجب عليه اتباعه كما
عهد اليهم انه متى اشتبه عليهم القبلة
في الليلة الظلماء يجب عليهم ان يتحروا
ويصلوا الى جهة وقع تحريهم عليها
فهذا حكم علقه الشرع بوجود
التحري كما علق وجوب الصلوة
بالوقت وكما علق تكليف الصبي ببلوغه
فان كان البحث بالنظر الى
هذا المقام نظر فان كانت المسألة
مما ينقض فيه اجتهاد المجتهد
فاجتهاده باطل قطعا وان كان
فيها حديث صحيح
وقد حكم بخلافه

جب کہ حکم مصرح کو بیان فرمایا تھا یا نہیں تو اگر برصواب
کہنا دو مجتہدون کا بلحاظ اس مقام کے ہی تو دونون مین سے
ایک مجتہد صواب پر ہی بدون تعیین کے دوسرا صواب پر نہین
- دوسرا مقام یہ ہی کہ منجملہ احکام شریعت کے ایک یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بصراحت
یا بدلالت یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب کبھی آپکے احکام
مختلف ہون یا آپ کی نصوص مین سے کسی نص کے معنی
اُن پر مختلف ہون تو اُن کو حکم ہی کہ اجتہاد کرین اور اُن
اختلافی احکام اور معانی مین سے امر حق معلوم کرنیمین
خوب طبیعت کا زور لگائین پس جب کسی مجتہد کے نزدیک
اُن مین سے کوئی بات معین ہوجاے کہ حق یہ ہی تو اُس پر اُسکا
اتباع واجب ہی - جیسے آپ نے امتیون کو ارشاد
فرمایا کہ جب اُن پر اندھیری رات مین قبلہ مشتبہ ہوجاے
تو اُن پر واجب ہی کہ اٹکل کرین اور اُس طرف کو منھہ
کرکے نماز پڑھین جدھر کو اُنکی اٹکل واقع ہو تو یہ ایک حکم
ہی کہ شرع نے اُسکو اٹکل کے وجود پر وابستہ کیا ہی جیسے
نماز کے واجب ہونے کو وقت سے اور لڑکے کے مکلف
ہوجانے کو اُس کے بالغ ہونے سے متعلق کیا تو اگر گفتگو
برصواب ہونیکی اس مقام کے اعتبار سے ہی تو یہ دیکھا
جاے کہ اگر مسئلہ اُن اقسام مین سے ہو کہ اجتہاد
مجتہد جدید سے پہلے مجتہد برصواب کا اجتہاد ٹوٹتا ہی
تو یہ نیا اجتہاد قطعا باطل ہے اور اگر اُس مسئلہ مین
کوئی حدیث صحیح ہی اور مجتہد نے اسکے خلاف حکم دیا

اتبعوا السواد الاعظم ولما اندرست المذاهب
الحقة الا هذه الاربعة كان اتباعها
اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنها
خروجا عن السواد الاعظم
وثالثها ان الزمان لما طال وبعد
العهد وضيعت الامانات لم يجز ان
يعتمد على اقوال علماء السوء من القضاة
الجورة والمفتين التابعين لاهوائهم
حتى ينسبوا ما يقولون الى بعض من
اشتهر من السلف بالصدق والديانة
والامانة اما صريحا او دلالة ويحفظ
قوله ذلك ولا على قول من لا ندري
هل جمع شروط الاجتهاد اولا فاذا رأينا
العلماء محققين في حفظ مذاهب
السلف عسى ان يصدق قواهم في
تخريجاتهم على اقوالهم واستنباطهم
من الكتاب والسنة واما
اذا لم نر منهم ذلك فهيهات
وهذا المعنى الذي اشار اليه عمر
بن الخطاب رضي الله عنه
حيث قال يهدم الاسلام جدال
المنافق بالكتاب وابن مسعود حيث
قال من كان متبعا فليتبع من مضى

کہ پیروی کرو بڑے جتھے کی اور چونکہ سچے مذہب سوائے
ان چارون مذہب کے نیست ہوگئے تو ان کی پیروی
کرنی بڑے انبوہ کی پیروی کرنی ہے اور ان سے باہر
نکلنا بڑے جتھے سے باہر ہونا ہے۔
اور تیسری وجہ پابندی مذہب کی یہ ہے کہ جب مدہ زمانہ کو
گذرے بہت دن ہوگئے اور عرصہ بعید پڑ گیا اور امانتین
تلف کردی گئین تو اب اعتماد نہین ہو سکتا علما بد یعنی
ظالم قاضیون اور ہوا پرست مفتیون کے اقوال پر
جنکی شرارت یہان تک ہے کہ اپنے قول کو سلف کے
ایسے شخص کیطرف بصراحت یا بدلالت منسوب کرتے
ہین جو صدق اور دیانت و امانت مین مشہور ہو اور اسکا
وہ قول نمانون یہ مذکور رہو۔ اور نہ اس شخص کے قول پر
اعتماد ہو سکتا ہے کہ ہم نہین جانتے کہ آیا شرطین اجتہاد
کی رکھتا ہے یا نہین۔ پس جب ہم علما کو دیکھین کہ سلف کے
مذاہب مین ثابت قدم ہین تو غالب ہے کہ وہ مسائل
جو یہ علما سلف کے اقوال کے بموجب نکالین یا خود کتاب
وسنت سے استنباط کرین ان مین علما مذکور راست
جانے جاینگے اور جب علما مین ہم یہ بات نہ دیکھین تو
انکے اقوال کو راست جاننا بعید ہے۔ اور یہی مضمون
ہے جس کیطرف حضرت عمر فاروق نے اشارہ کیا فرمایا کہ
اسلام کو تباہ کریگا منافق کا جھگڑنا قرآن سے اور حضرت
ابن مسعود نے بھی اسکی طرف اشارہ کیا کہ کہا جو کوئی پیروی
کرنیوالا ہو تو چاہیئے کہ پیروی ان کی کرے جو گذر گئے۔

وليبني عليها وليستعين في ذلك بمن
سبقه لان جميع الصناعات كالصرف
والنحو والطب والشعر والحدادة والنجارة
والصياغة لم يتيسر لاحد الا بملازمة
اهلها وغير ذلك نادر بعيد لم يقع
وان كان جائزا في العقل واذا
تعين الاعتماد على اقاويل السلف فلابد
من أن يكون اقوالهم التي يعتمد
عليها مروية بالاسناد الصحيح او
مدونة في كتب مشهورة وأن
يكون مخدومة بأن يبين الراجح
من محتملاتها وتخصص عموماتها
في بعض المواضع وتقيد مطلقها
في بعض المواضع وتجمع المختلف فيها
ويبين علل احكامها والا لم يصح
الاعتماد عليها وليس مذهب في هذه
الازمنة المتاخرة بهذه الصفة الا
هذه المذاهب الاربعة
اللهم الا مذهب الامامية والزيدية
وهم اهل البدعة
لا يجوز الاعتماد
على اقاويلهم
وثانيا قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

اور اس وجہ سے کہ پہلون کے مذاہب پر اپنا قول مبنی
کرے اور اس وجہ سے کہ استنباط مین اپنے گذشتون سے
اعانت لے کیونکہ سب فنون مثل صرف اور نحو اور طب
شعر اور آہنگری اور درودگری اور زرگری کے کسی کو
جب ہی میسر ہوتے ہین کہ اُس فن کے ماہر کی خدمت گذاری
کرے اور دوسری طرح آجانا کم اور بعید از قیاس ہے کہ
ہوا نہین اگرچہ عقل کے نزدیک اور طرح بھی ممکن ہے۔ اور
جب اقوال سلف پر اعتماد کرنا ثابت ہوا تو اب یہ ضرور ہے
کہ اُن کے وہ اقوال جنپر اعتماد کیا جاوئے یا تو سند صحیح
سے روایت کیئے گئے ہون یا مشہور کتابون مین قلم
بند ہون اور یہ بھی ضرور ہے کہ اُن اقوال پر بحث بھی
ہوا اس طرح کہ جن مضامین کا احتمال اُن مین ہو اُنمین
سے احتمال راجح کا بیان کر دیا جاوے اور عام اقوال
بعض مواضع مین مخصوص کیئے جائین اور اقوال مطلق کو
بعض موقعون مین مقید کیا جائے اور جن اقوال مین
اختلاف ہو اُن مین مطابقت کی جائے اور اُن کے
احکام کی علتین بیان کی جائین اور اگر یہ باتین اُن اقوال
مین مشرح نہون گی تو اُن پر اعتماد درست نہوگا اور
ان اخیر وقتون مین کوئی مذہب اس صفت کا سوائے
ان چارون مذہبون کے نہین مگر ہان امامیہ و زیدیہ
کا مذہب ہے اور وہ فرقہ بدعت والے ہین اُن کے اقوال
پر اعتماد کرنا درست نہین۔
اور دوسری وجہ پابندی مذہب کی یہ ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا

او جميع اقوال الشافعي رح او جميع اقوال
احمد رح ولا يترك قول من اتبع منهم او من
غيرهم الى قول غيره ولم يعتمد على ما جاء
في القرآن والسنة غير صارف
ذلك الى قول انسان بعينه انه قد
خالف اجماع الامة كلها اولها
عن آخرها بيقين لا اشكال فيه وانه
لا يجد لنفسه سلفا ولا اماما في جميع
الاعصار المحمودة الثلاثة فقد اتبع غير
سبيل المؤمنين نعوذ بالله من هذه
المنزلة وايضا فان هؤلاء الفقهاء
كلهم قد نهوا عن تقليدهم و
تقليد غيرهم فقد خالفهم من قلدهم
وايضا فما الذي جعل رجلا من
هؤلاء او من غيرهم اولى بان يقلد
من عمر بن الخطاب رض او علي بن
ابي طالب رضي الله عنه او ابن
مسعود رض او ابن عمر رض او ابن عباس رض
او عائشة ام المؤمنين رض فلو ساغ
التقليد لكان كل
واحد من هؤلاء احق
بان يتبع من غيره
انتهى

یا سب اقوال امام شافعی رح کے یا سب اقوال امام
احمد رح کے اختیار کرے اور ان مین سے جسکا اتباع
کرے یا جس دوسرے شخص کا مقلد ہو اس کے قول کو
چھوڑ کر دوسرے کا قول نہ مانے اور جو کچھ قرآن اور
حدیث مین آیا ہے اُس پر بدون پر تالنے کے انسان
معین کے قول سے اعتماد نکرے تو وہ اپنے آپ کو
سمجھ لے کہ اُس نے ساری اُمت کا شروع سے آخر تک
یقینا خلاف کیا اس مین کچھ شبہہ نہین اور یہ بھی جانے
کہ وہ اپنے لیئے تینون بہتر زمانون مین اس باب مین
کوئی پیشوا اور امام نہ پاویگا تو بے شک اُس نے
سب مسلمانون کی راہ کے سوا اختیار کی۔ اور نیز ان
سب فقہا نے اپنی تقلید کرنے سے اور دوسرونکی
تقلید کرنے سے منع کیا ہے تو جو کوئی اُن کی تقلید
کرتا ہے وہ اُن کے حکم کے خلاف کرتا ہے۔ اور عدم
جواز تقلید کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ کونسی
بات ہے جسنے ان ائمہ مین سے یا ان کے سوا اورون مین
سے ایک شخص کو تقلید کیا جانے کے واسطے بہتر کردیا
بہ نسبت حضرات عمر فاروق یا علی مرتضے یا ابن
مسعود یا ابن عمر یا ابن عباس یا ام المومنین
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے پس اگر
تقلید کسی کی درست ہوتی تو ان حضرات موصوفین
مین سے ہر ایک بہ نسبت دوسرے شخصون کے تقلید
کیئے جانیکا زیادہ مستحق تھا تمام ہوا قول ابن حزم کا۔

فمنا ذهب اليه ابن حزم حيث قال التقليد
حرام ولا يحل لاحد ان ياخذ
قول احد غير رسول الله صلى الله
عليه وسلم بلا برهان لقوله تعالى
اتبعوا ما انزل اليكم من ربكم
ولا تتبعوا من دونه اولياء وقوله تعالى
واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل
نتبع ما الفينا عليه اباءنا وقال الله تعالى
مادحا لمن لم يقلد فبشر عبادي الذين يستمعون
القول فيتبعون احسنه اولئك الذين
هداهم الله واولئك هم اولوا الالباب وقال تعالى
فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول
ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر فلم يبح الله تعالى
الرد عند التنازع الى احد دون القرآن
والسنة وحرم بذلك الرد عند
التنازع الى قول قائل لانه غير القرآن والسنة
وقد صح اجماع الصحابة كلهم اولهم عن آخرهم
واجماع التابعين اولهم عن آخرهم واجماع تبع
التابعين اولهم عن آخرهم على الامتناع والمنع
من ان يقصد احد الى قول انسان منهم
او ممن قبلهم فياخذه كله فليعلم
من اخذ بجميع اقوال ابي حنيفة او
جميع اقوال مالك رحمه الله

تو جس بات کی طرف ابن حزم مائل ہوا ہی جو کہتا ہے کہ
تقلید حرام ہے اور کسی کو حلال نہیں کہ کسی کا قول بے
دلیل سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مان لے اسلئے
کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم
ولا تتبعوا من دونہ اولیاء اور نیز فرمایا واذا قیل
لہم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا
اور نیز تعریف میں اُن لوگوں کی جو تقلید نہیں کرتے
فرمایا فبشر عبادِ الذین یستمعون القول فیتبعون
احسنہ اولئک الذین ہدیہم اللہ واولئک ہم اولو
الالباب اور نیز فرمایا فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ
والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر
تو اس آیت میں اللہ تعالی نے مباح نہیں فرمایا
جھگڑے کیوقت رجوع کرنا کسی کی طرف سوائے قرآن
وحدیث کے اور اسی آیت سے حرام فرمایا جھگڑے
کیوقت رجوع کرنا کسی گوینده کے قول کیطرف اسوجہ
سے کہ وہ قول قرآن وحدیث کے غیر ہے۔ اور صحیح ہو چکا
ہے اجماع تمام صحابہ کا شروع سے آخر تک اور تمام
تابعین اور تبع تابعین کا اول سے آخر تک خود باز رہنے
اور دوسرے کے منع کرنے پر اس بات سے کہ کوئی قصد
کرے کسی انسان معین کے قول کا خواہ وہ انسان اُنھین
مین سے ہو یا اُنسے پہلے لوگوں سے اور اُسکے سارے
قول اختیار کرے۔ تو اب جان لے وہ شخص کہ اختیار کرے
سب اقوال امام ابو حنیفہ رح کے یا سب اقوال امام مالک رح کے

لم يزل الناس يسألون من اتفق
من العلماء من غير تقييد بمذهب
ولا انكار على احد من السائلين
الى ان ظهرت هذه المذاهب
ومتعصبوها من المقلدين فان
احدهم يتبع امامه مع بعد مذهبه
عن الادلة مقلدا له فيما قال كانه
نبي ارسل اليه وهذا نأي عن الحق
وبعد عن الصواب لا يرضى به احد
من اولي الالباب وقال الامام ابو
شامة ينبغي لمن اشتغل بالفقه
ان لا يقتصر على مذهب امام و
يعتقد في كل مسئلة صحة
ما كان اقرب الى دلالة الكتاب والسنة
المحكمة وذلك سهل عليه اذا كان اتقن
معظم العلوم المتقدمة وليجتنب
التعصب والنظر في طرائق الخلاف
فانها مضيعة للزمان ولصفوه
مكدرة فقد صح عن الشافعي انه
نهى عن تقليده وعن تقليد غيره
قال صاحبه المزني في اول مختصره
اختصرت هذا من علم الشافعي
رحمة الله عليه ومن معنى قوله

آدمی ہمیشہ سے یہی کرتے رہے کہ علما مین جو ملگیا اُس
سے دریافت کرلیتے تھے بدون قید کسی مذہب کے اور
بدون انکار کے سائلون مین سے کسی پر یہان تک کہ
یہ مذاہب اور اُن کے متعصب پیدا ہوئے کہ انمین
سے ایک اپنے امام کی پیروی کرتا ہے باوجودیکہ اُسکا
مذہب دلائل سے دور ہے مگر جس بات کو اُس نے کہا ہے
اُس مین اُسی کی تقلید کرتا ہے گویا وہ امام پیغمبر مرسل
ہے اور یہ تعصب حق اور صواب سے بعید ہے کوئی
عاقل اس کو پسند نکریگا (یہ قول صفحہ ۲۰ مین بھی گذرچکا
ہے) اور امام ابو شامہ نے کہا کہ جو عالم فقہ مین مصروف
ہو اُس کو مناسب ہے کہ ایک امام کے مذہب پر اکتفا
نہ کرے اور ہر مسئلہ مین اُسی کی صحت کا اعتقاد کرے
جو قرآن اور حدیث واضح کی دلالت سے قریب تر ہو
اور یہ بات اُس پر آسان ہے بشرطیکہ پیشتر کے علوم
مین سے بڑا حصہ خوب جانتا ہو اور یہ بھی چاہیے کہ
تعصب سے اور خلاف کے طریقون مین غور کرنے سے
کنارہ کرے کیونکہ یہ باتین وقت کو ضائع اور اُس کی
صفائی کو مکدر کرتی ہین — اور امام شافعی رح سے
بپایۂ صحت کو پہونچا ہے کہ انھون نے اپنی تقلید
کرنے اور اپنے سوا دوسرے کی تقلید کرنے سے
منع کیا ہے چنانچہ اُن کے شاگرد مزنی نے اپنی
کتاب مختصر کے شروع مین کہا ہے کہ اس کتاب کو مین
نے امام شافعی رح کے معلومات اور اُن کے قول کے

انما يتم فى من له ضرب من الاجتهاد
ولو فى مسئلة واحدة وفيمن ظهر عليه
ظهورًا بينًا ان النبى صلى الله عليه
واله وسلم امر بكذا ونهى عن
كذا وانه ليس بمنسوخ اما بان يتتبع
الاحاديث واقوال المخالف والموافق
فى المسئلة فلا يجد لها نسخًا او بان
يرى جمًا غفيرًا من المتبحرين فى العلم
يذهبون اليه ويرى المخالف له لا يحتج
الا بقياس او استنباط او نحو ذلك فحينئذ
لا سبب لمخالفة حديث النبى صلى الله
عليه واله وسلم الا نفاق خفى او حمق
جلى وهذا هو الذى اشار اليه الشيخ
عز الدين بن عبد السلام حيث قال
ومن العجب العجيب ان الفقهاء المقلدين
يقف احدهم على ضعف ماخذ امامه
بحيث لا يجد لضعفه مدفعا وهو مع ذلك
يقلده فيه ويترك من شهد الكتاب والسنة
والاقيسة الصحيحة لمذهبهم جمودا على تقليد
امامه بل يتحيل لدفع ظاهر الكتاب
والسنة ويتاولهما بالتاويلات البعيدة
الباطلة نضالا عن
مقلده وقال

تو یہ قول ابن حزم کا صرف تین شخصون کے حق مین پورا
صادق آتا ہی اول اُس شخص کے حق مین کہ بقدر
اجتہاد رکہتا ہی اگرچہ ایک ہی مسئلہ مین ہوا اور اُسپر صاف
ظاہر ہوگیا ہو کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فلان چیز کا حکم
فرمایا خواہ اُس چیز سے منع فرمایا اور یہ آپ کا ارشاد
منسوخ نہین اور منسوخ نہونا اِس طرح معلوم کیا کہ احادیث
کی تلاش کی اور مسئلہ مین اقوال مخالف وموافق کے
نہین منسوخ ہونا پایا یا اِس طرح کہ انبوہ کثیر بڑے علماء کا
دیکہا کہ وہ اُس ارشاد کو اختیار کرتے ہین اور اُسکے مخالف
دیکہا تو سوائے قیاس یا استنباط وغیرہ کے اور حجت نہین
پکڑتا تو اس صورت مین حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
کے خلاف کرنیکا سبب بجز نفاق باطنی اور حماقت ظاہری
کے اور کچھ نہین اور یہ وہی بات ہی جس کی طرف شیخ
عزالدین بن عبدالسلام نے اشارہ کیا ہی چنانچہ کہا ہے
کہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ تقلید کرنے والے فقیہون مین
سے ایک شخص اپنے امام کی سند کا ضعف ایسی طرح معلوم
کرتا ہے کہ اُس کو ٹال نہین سکتا پھر بھی اُس مسئلہ مین
اُسی کی تقلید کرتا ہے اور جن لوگون کے مذہب پر قرآن
اور حدیث اور قیاس صحیح شاہد ہون اُن کو اپنے امام کی
تقلید پر جما رہنے کی وجہ سے ترک کرتا ہی بلکہ ظاہر قرآن
اور حدیث کے ٹالنے کا حیلہ کرتا ہے اور اپنے امام کی
طرفداری کے لیئے معانی ظاہر کی تاویلین بعید از عقل اور
محض نکمی کرتا ہے۔ اور یہ بھی عزالدین نے کہا ہے۔

فان هذا قد خالف اجماع القرون الاولى
وناقض الصحابة والتابعين
وليس محله فيمن لا يدين الا بقول النبي
صلى الله عليه وسلم ولا يعتقد حلالا
الا ما احله الله ورسوله ولا حراما
الا ما حرمه الله ورسوله لكن لما لم
يكن له علم بما قاله النبي صلى الله عليه
واله واصحابه وسلم ولا بطريق الجمع
بين المختلفات من كلامه ولا بطريق
الاستنباط من كلامه اتبع عالما
راشدا على انه مصيب فيما يقوله و
يفتي ظاهرا متبع سنة رسول الله
صلى الله عليه واله وسلم فان ظهر
خلاف ما يظنه اقلع من ساعته
من غير جدال ولا اصرار فهذا كيف ينكره
احد مع ان الاستفتاء والافتاء لم يزل
بين المسلمين من عهد النبي صلى الله
عليه واله وسلم ولا فرق بين ان يستفتي
هذا دائما او يستفتي هذا حينا وهذا
حينا بعد ان يكون مجمعا على ما ذكرناه
كيف لا ولم نؤمن بفقيه
اياكان انه اوحى الله
اليه الفقه

کیونکہ اس شخص نے البتہ پہلے قرنون کے اجماع
کا خلاف کیا اور صحابہ اور تابعین کے عمل کا الٹا کیا
اور ابن حزم کے قول کا محل ایسے شخص کے حق مین نہین
جو دین وہی اختیار کرے جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہوا اور حلال اسی چیز کو اعتقاد کرے جسکو
اللہ اور اس کے رسول نے حلال فرمایا اور حرام ہی
چیز جانے جسکو خدا اور رسول نے حرام کیا لیکن چونکہ
اس کو علم پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کا نہین
اور نہ آپ کی مختلف تقریرون کو مطابق کرنا جانتا ہی
اور نہ آپکے کلام مبارک سے مسائل کے نکالنے کا ڈھنگ
اس کو آتا ہی اسلیئے کسی نیک عالم کی تقلید کرلی
اس گمان پر کہ جو بات یہ کہتا ہے اور ظاہر مین فتوی
دیتا ہے سب مین صواب پر ہی اور سنت رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہی اور اگر اسکے گمان کے
خلاف ظاہر ہو تو بدون جھگڑے اور ہٹ کے فورا
باز رہے۔ تو اس کا کوئی کیسے انکار کرے گا کہ حکم
پوچھنا اور حکم بتانا تو مسلمانون مین زمانہ پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم سے برابر رہا ہی اور اس مین کچھ فرق نہین کہ
ہمیشہ ایک ہی عالم سے فتوی دریافت کرے یا کبھی
اس سے دریافت کرے کبھی دوسرے سے بشرطیکہ عزم صمیم
وہی رکھتا ہو جو ہمنے ذکر کیا یعنی خلاف کے ظاہر ہونے پر
باز رہیگا اور کیسے باز نہ رہیگا حالانکہ ہم کسی عالم پر کوئی شاہد
یہ ایمان نہین لائے کہ اللہ تعالی نے فقہ کی وحی انکو کی

لا قربه على من اراد معراعلامية نهيه
عن تقليده وتقليد غيره لينظر فيه
لدينه ويحتاط لنفسه اى معراعلامى
من ارادعلم الشافعى
نهى الشافعى عن تقليده
وتقليد غيره

انتهى

وفيمن يكون عاميا ويقلد رجلا
من الفقهاء بعينه يرى انه يمتنع
من مثله الخطأ وان ما قاله هو
الصواب البتة واضمر فى قلبه
ان لا يترك تقليده وان ظهر
الدليل وعلى خلافه وذلك ما رواه
الترمذى عن عدى بن حاتم انه
قال سمعت رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم يقرأ اتخذوا احبارهم ورهبانهم
اربابا من دون الله قال انهم لم يكونوا يعبدونهم
ولكنهم كانوا اذا احلوا لهم شيئا استحلوه واذا
حرموا عليهم شيئا حرموه ٭
وفيمن لا يجوز ان يستفتى الحنفى مثلا فقيها
شافعيا وبالعكس ولا يجوز ان يقتدى الحنفى
بامام شافعى مثلا

اس مضمون سے اگر قریب کرے دون علم کو اس شخص پر کہ اسکو چاہتا ہے
باوجود میرے بتا دینے کے شخص مذکور کو منع کرنا امام کا اپنی
تقلید اور کسی دوسرے کی تقلید سے تاکہ وہ شخص اس مختصر
مین اپنے دین کی درستی کے لیئے غور کرے اور اپنے نفس
کی خاطر احتیاط کی راہ چلے یعنی جو شخص امام شافعی کے
معلومات کی خواہش رکھتا ہے مین اُس کو یہ بھی جتا دونگا
کہ شافعی رحمہ اللہ نے اپنی اور کسی دوسرے کی تقلید کرنے
سے منع کیا ہے تمام ہوا قول ابو شامہ کا ـــ
دوسرے اُس شخص کے حق مین ابن حزم کا قول صادق
آتا ہے کہ وہ شخص عامی ہو اور کسی فقیہ معین کی تقلید کرے
اس اعتقاد سے کہ اس جیسے فقیہ سے خطا ہونی محال ہے
اور جو کچھ اس نے کہدیا ہے وہی ٹھیک ہے اور دلمین یہ
ٹھان لی کہ اُسکی تقلید نچھوڑونگا اگرچہ دلیل اُسکے خلاف
ظاہر ہوا اور اسکی مثال یہ حدیث ہے جو ترمذی نے عدی
بن حاتم سے روایت کی کہ اُنھون نے کہا کہ مین نے سُنا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ یہ آیہ پڑھتے تھے اتخذوا
احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ۔ فرمایا کہ وہ لوگ
علما کی پرستش نکرتے تھے بلکہ جب علما اُن کے لیئے کوئی چیز
حلال کر دیتے تو وہ اُس کو حلال جانتے اور جب کسی چیز کو
اُن پر حرام کر دیتے تو اُس کو حرام سمجھتے ـ
تیسرے اُس شخص کے حق مین صادق آتا ہے جو جائز نہین رکھتا کہ
مثلاً حنفی شخص شافعی فقیہ سے فتوی پوچھے اور شافعی حنفی سے
اور نہ یہ جائز رکھے کہ حنفی کسی شافعی امام کے پیچھے مثلاً نماز پڑھے

باب۴ اختلاف الناس في الاخذ بهذه
المذاهب الاربعة وما يجب عليهم
من ذلك

علم ان الناس في الاخذ بهذه المذاهب
على اربعة منازل ولكل قوم حد لا يجوز
ان يتعداه واحدها مرتبة المجتهد المطلق
المنتسب الى صاحب مذهب من تلك
المذاهب وثانيها مرتبة المخرّج وهو المجتهد
في المذهب وثالثها مرتبة المتبحّر في
المذهب الذي حفظ المذهب واتقنه
وهو يفتي بما اتقن وحفظ من مذاهب
اصحابه ورابعها المقلد المتصرف الذي
يستفتي علماء المذاهب ويعمل على
فتواهم وكتب القوم مشحونة بشروط
كل منزل واحكامه الا ان من
الناس من لا يميز بين المنازل فيختلط
في تلك الاحكام ويظنها متناقضة
فاردنا ان نجعل لكل منزل فصلا و
نشير الى احكام كل منزل على حدة

فصل

في المجتهد المطلق المنتسب
وقد قدمنا شرطه فلا نعيده

باب چہارم لوگون کے اختلاف مین ان چارون
مذہبون کے اختیار کرنے مین اور اس مین سے جسقدر
ان پر واجب ہے اُس کے بیان مین —

جاننا چاہیئے کہ آدمی ان مذاہب کے اختیار کرنے مین
چار مرتبے رکھتے ہین اور ہر مرتبے والون کی ایک
حد ہے کہ اُس سے بڑھنا اُن کو درست نہین اول
مرتبہ مجتہد مطلق کا جو ان مذاہب مین کسی مذہب
کے امام کی طرف نسبت رکھتا ہو۔ دوم مرتبہ مسائل
نکالنے والے کا یعنے مجتہد فی المذہب کا۔
سوم مرتبہ نہایت ماہر فی المذہب کا جو مذہب کو
یاد کر لیتا ہے اور استوار کرتا ہے اور اپنی یاد اور
حذاقت کے بموجب اپنے ائمہ کے مذہب سے مسائل
کا حکم بتاتا ہے۔ چوتھا مرتبہ نرے مقلد کا ہے کہ
مذہبون کے علما سے فتوے دریافت کرکے اُن کے
فتوے کے بموجب کاربند ہوتا ہے اور لوگون کی
کتابین ہر ایک مرتبے کے شرطون اور حکمون سے
پر ہین مگر بعض آدمی ان مراتب مین امتیاز نہین
کرتے اس لیئے اُن احکام مین بدحواس ہوکر اُن کو
ایک دوسرے کے خلاف گمان کرتے ہین لہذا ہمنے
چاہا کہ ہر ایک مرتبہ کے لیئے ایک فصل مقرر کرین اور
ہر مرتبہ کے احکام کیطرف جدا جدا اشارہ کرین

فصل اول بیان مین مجتہد مطلق منتسب کے
اور ہم پیشتر اس کی شرط بیان کر چکے اب مکرر نہین کہتے

وفرض علينا طاعته وانه معصوم
فان اقتدينا بواحد منهم فذلك
لعلمنا انه عالم بكتاب الله وسنة
رسوله فلا يخلو قوله إما ان يكون
من صريح الكتاب والسنة او
مستنبطا عنهما بنحو من الاستنباط
او عرف بالقرائن ان الحكم في صورة
ما منوط بعلة كذا واطمأن قلبه
بتلك المعرفة فقاس غير المنصوص
على المنصوص فكانه يقول ظننت
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
كلما وجدت هذه العلة فالحكم ثمه
هكذا والمقيس مندرج في هذا
العموم فهذا ايضا معزو الى النبي صلى
الله عليه وآله وسلم ولكن في طريقه
ظنون ولولا ذلك لما قلد مؤمن
المجتهد فان بلغنا حديث من الرسول
المعصوم الذي فرض الله علينا
طاعته بسند صالح يدل على خلاف
مذهبه وتركنا حديثه واتبعنا ذلك
التخمين فمن اظلم منا وما عذرنا
يوم يقوم الناس
لرب العالمين

اور ہمپر اُس کی فرمانبرداری فرض فرمائی اور وہ فقیہ
خطا سے محفوظ ہے۔ پھر اگر ہم اُن فقہا مین سے کسی کا
اقتدا کرتے ہین تو اس کا سبب یہ ہے کہ ہم جانتے ہین کہ
وہ قرآن اور حدیث کا عالم ہے اس صورت مین اُسکا قول
تین حال سے خالی نہین یا صریح قرآن وحدیث سے ہوگا
یا کسی قسم کے استنباط کے ذریعہ سے قرآن وحدیث سے نکالا
ہوگا یا اُس نے قرینون سے معلوم کیا ہوگا کہ حکم فلان صورت مین
فلان علت پر لگا ہے اور اس معلوم کرنے پر اُسکے دل کو
اطمینان ہوگیا تو اُسنے غیر مصرح صورت کو اس صورت پر
قیاس کیا جسمین حکم کی تصریح تھی تو گویا وہ یہ کہتا ہے کہ
مین گمان کرتا ہون کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جہان کہین یہ علت پائی جائیگی وہان ایسا حکم ہوگا پس
جس صورت کو اسنے قیاس کیا ہے وہ اس عموم مین داخل ہے تو
یہ اُس کا قول بھی منسوب بپیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف ہے
لیکن اُسکے طریق مین بہت سے گمان ہین اور اگر گمان و شک
کی صورت واقع نہوتی تو کوئی مسلمان کسی مجتہد کی تقلید
نکرتا اب اگر اس صورت مین ہمکو اچھی سند سے حدیث رسول
معصوم کی پہونچے جنکی فرمانبرداری اللہ تعالی نے ہمپر فرض
فرمائی اور یہ حدیث اُس فقیہ کے مذہب کے خلاف پر دلالت
کرے اور ہم آپ کی حدیث کو ترک کرکے اُس قول ظنی او
تخمین کے تابع رہین تو ہم سے زیادہ ستمگار کون ہوگا اور ہمارا
عذر اُس روز کیا ہوگا جسروز آدمی جہانون کے پروردگار
کے سامنے کھڑے ہون گے۔

ولم ينكروا على احد فيما اخذ منهم ورأوا
في الامر سعة اذا كان يشهد الحديث
والآثار لكل جانب ثم استفرغوا جهدهم
في معرفة الاولى والارجح اما بقوة الرواية
او بعمل اكثر الصحابة به او كونه مذهب
جمهور المجتهدين او موافقا للقياس كفيئا
لنظرائه ثم عملوا بذلك الاقوى من غير
نكير على احد ممن اخذ بالقول الآخر فان لم
يجدوا في المسئلة حديثا من تينك الطبقتين
اجالوا قداح نظرهم في شواهد اقوالهم من آثار
الطبقة الثالثة من كتب الحديث والى
ما يفهم من كلامهم من الدليل والتعليل فاذا
اطمأن الخاطر بشئ اخذوا به فان لم
يطمئن بشئ مما ذكروه واطمأن
بغيره وكانت المسئلة
مما ينفذ فيه اجتهاد
المجتهد ولم يسبق فيه اجماع
وقام عندهم الدليل الصريح قالوا
بها مستعينين بالله متوكلين
عليه وهذا باب نادر الوقوع
صعب المرتقى يجتنبون
مزالقه

اور جس کسی نے ان اقوال مین ایک اختیار کر لیا اس پر
انکار نہ کیا اور اس معاملہ مین وسعت مدنظر رکھی بشرطیکہ
حدیث اور آثار ہر طرف کی شاہد ہون۔ پھر خوب محنت
اس بارے مین کی کہ اولی اور راجح تر ان مین سے
معلوم کیا خواہ روایت کے قوی ہونے سے یا اکثر صحابہ
کے اس پر کاربند ہونے سے یا اس وجہ سے کہ جمہور مجتہدین کا
مذہب یہی ہے یا یہ کہ قیاس کے موافق۔۔ اور اپنی نظیر ان
کے مانند ہے پھر اس قول قوی تر پر عمل کیا بدون عتراض
کے کسی پر ان مین سے جنھون نے دوسرے قول کو
اختیار کیا۔ پھر اگر مسئلہ مین حدیث ان دو طبقون
صحابہ اور تابعین سے نہ پائی تو تیسرے طبقہ کے
آثار مندرجہ کتب حدیث سے ان کے اقوال کے شواہد
بغور دیکھے اور وجہ دلیل اور علت ان کے کلام سے سمجھی
جاتی ہے اس کو بتامل دیکھا پس اگر دل کو کسی بات
پر اطمینان ہو تو اس کو اختیار کر لیا اور اگر ان کے
بیان سے کسی بات پر دل نہ جما اور دوسری بات پر
اطمینان ہوا اور مسئلہ اس قسم کا تھا جس مین
اجتہاد مجتہد کا چل سکے اور اس امر مین پہلے کوئی
اجماع بھی نہین ہو چکا اور ان کے نزدیک کوئی
صریح دلیل اس دوسری بات پر قائم ہوے تو اس بات
کو اللہ تعالی سے مدد چاہکر اور اس پر بھروسا کر کے
کہہ گذرتے ہین اور یہ صورت واقع کم ہوتی ہے اور
اس کی چڑھائی دشوار ہے اس کی پھسلنے کی جگھون سے

وحاصل كل ذلك انه الجامع بين علم
الحديث والفقه المروي عن اصحابه
واصول الفقه كحال كبار العلماء
من الشافعية وهم وان كانوا اكثرين
في انفسهم لكنهم اقلون بالنظر الى المنازل
الاخرى وحاصل صنيعهم على ما استقرانا
من كلامهم ان تعرض المسائل المنقولة
عن مالك والشافعي وابي حنيفة والثوري
وغيرهم من المجتهدين المقبولة مذاهبهم
وفتاويهم على موطا مالك رح والصحيحين
ثم على احاديث الترمذي وابي داؤد
والنسائي فاي مسئلة وافقها السنة
نصا او اشارة اخذوا بها وعولوا عليها
واي مسئلة خالفها السنة مخالفة صريحة
ردوها وتركوا العمل بها واي مسئلة اختلفت
فيها الاحاديث والآثار اجتهدوا في
تطبيق بعضها ببعض اما بحمل المفسر قاضيا على
المبهم وتنزيل كل حديث على صورة او غير ذلك
فان كانت من باب السنن
والآداب فالكل سنة وان كانت
من باب الحلال والحرام او من باب القضاء
واختلف الصحابة والتابعون والمجتهدون
جعلوها على قولين او على اقوال

اور حاصل سب بیان سابق کا یہ ہے کہ مجتہد مطلق
منتسب وہ ہے کہ علم حدیث رکھتا ہو اور علم فقہ جو اصحاب
ائمہ سے مروی ہے اور علم اصول فقہ رکھتا ہو جیسے حال
بڑے بڑے علماء شافعیہ کا ہے اور یہ لوگ اگرچہ
بذات خود اکثر ہین مگر باعتبار دوسرے مراتب کے کم ہین
اور اُن کی تدبیر کا خلاصہ بموجب اُس تلاش کے
جو ہم نے اُن کے کلام سے کی یہ ہے کہ اُن مسائل کو جو
مالک اور شافعی اور ابو حنیفہ اور ثوری اور دوسرے
مجتہدون سے منقول ہین جنکے مذہب اور فتوے
مقبول ہین موطا امام مالک اور بخاری اور مسلم پر پیش
کیا جاوے پھر ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی کی احادیث
پر پیش کرین تو جس مسئلہ کی حدیث موافق پڑے باعتبار
نص کے یا اشارہ کے اُسکو اختیار کرین اور اسپر اعتماد
کرین اور جس مسئلہ کے حدیث مخالف پڑے صریح
طور سے اُسکو نہ مانین اور اسپر عمل کرنا چھوڑ دین اور
جس مسئلہ مین احادیث اور آثار مختلف ہون تو بعض
کو بعض کے ساتھ مطابق کرنے مین اجتہاد کرین اسطرح
کہ مفسر کو مبہم پر حکم ٹھہراوین اور ہر حدیث کو ایک
صورت پر محمول کرین یا کسی اور طرح سے پس اگر وہ
مسئلہ سنن اور آداب کی قسم سے ہو تو سب طرح سنت
ہین اور اگر حرام اور حلال کی جنس سے یا قضا کی قسم سے
ہو اور صحابہ اور تابعین اور مجتہدین اُس مین مختلف ہین
تو اُس کو دو قول پر یا کئی قولون پر کر دیا

ومن دلائل الفقه ما يقدر به على معرفة
ماخذ اصحابه في اقوالهم وهو معنى ما في
الفتاوى السراجية لا ينبغي لاحد ان يفتي
الا ان يعرف اقاويل العلماء ويعلم
من اين قالوا ويعرف معاملات الناس
فان عرف اقاويل العلماء ولم يعرف مذاهبهم
فان سئل عن مسئلة يعلمون العلماء الذين
ينتحل مذهبهم قد اتفقوا عليه فلا بأس
بان يقول هذا جائز وهذا
لا يجوز ويكون قوله على
سبيل الحكاية وان كانت
مسئلة قد اختلفوا فيها فلا بأس
بان يقول هذا جائز في قول فلان وفي
قول فلان لا يجوز وليس له
ان يختار فيجيب بقول بعضهم
ما لم يعرف حجتهم
وفي فصول العمادية
في الفصل الاول وان لم يكن
من اهل الاجتهاد لا يحل له
ان يفتي الا بطريق الحكاية
فيحكي ما يحفظ من اقوال الفقهاء
وعن ابي يوسف وزفر وعافية بن
زيد انهم قالوا

اور فقہ کے دلائل اتنے حاصل کرے کہ اُن کے ذریعہ
سے اپنے ائمہ کے اقوال مین اُن کا ماخذ جان سکے
اور یہی مطلب فتاوی سراجیہ کی اِس عبارت کا ہے
کہ کسی کو نہین چاہیئے کہ فتوے دے مگر اِس صورت مین
کہ علما کے اقوال سے واقف ہوا اور یہ بھی جانتا ہو
کہ اُنھون نے کہان سے کہا ہے اور نیز لوگون کے
معاملون سے واقف ہو تو اگر علما کے اقوال جانتا ہو
اور اُن کے مذہبون سے ناواقف ہیں ایسی صورت مین
اگر اُس سے ایسا مسئلہ پوچھا جاوے کہ اسکو معلوم ہو
کہ جن علما کا مذہب مانا جاتا ہے اُن سب نے اسکے
جواز یا عدم جواز پر اتفاق کیا ہے تو کچھ مضائقہ نہین
کہ کہدے کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز اور اُس کا یہ
کہنا بطور حکایت اور نقل کے ہوگا اور اگر ایسا مسئلہ
ہو کہ علما نے اُس مین اختلاف کیا ہو تو کچھ حرج
نہین کہ کہدے کہ فلان عالم کے قول مین جائز ہے
اور فلان کے قول مین ناجائز ہان اُس کو یہ درست
نہین کہ خود چھانٹ کر بعض علما کے قول کے بموجب
جوابدے جب تک کہ اُن کی حجت سے واقف نہو
اور فصول عمادیہ کی اول فصل مین ہے کہ اگر عالم
اہل اجتہاد مین سے نہو تو اُس کو حلال نہین کہ فتوی
دے مگر بطور نقل کے یعنے جو اقوال فقہا کے اسکو
یاد ہون اُن کو بیان کردے ۔ اور امام ابو یوسف اور
زفر اور عافیہ بن زید سے منقول ہے کہ اُنھون نے کہا

اشد اجتناب وان لم يقم عندهم دليل صريح اتبعوا السواد الاعظم واى مسئلة ليس فيها تصريح او تعليل صحيح من السلف استفرغوا الجهد فى طلب نص او اشارة او ايماء من الكتاب والسنة او اثر من الصحابة والتابعين فان وجدوا قالوا به وليس عندهم ان يقلدوا عالما واحدا فى كل ما قال اطمأنت به نفوسهم او لا وان كنت فى ريب مما ذكرنا فعليك بكتب البيهقى وكتاب معالم السنن وشرح السنة للبغوى فهذه طريقة المحققين من فقهاء المحدثين وقليل ما هم وهم غير الظاهرية من اهل الحديث الذين لا يقولون بالقياس ولا الاجماع وغير المتقدمين من اصحاب الحديث ممن لم يلتفتوا الى اقوال المجتهدين اصلا ولكنهم اشبه الناس باصحاب الحديث لانهم صنعوا فى اقوال المجتهدين ما صنع اولئك فى مسائل الصحابة والتابعين

فصل فى المجتهد فى المذهب وفيه مسائل

مسئلة اعلم ان الواجب على المجتهد فى المذهب ان يحصل من السنن والآثار ما يحترز به عن مخالفة الحديث الصحيح واتفاق السلف

غایت درجہ کا کنارہ کرتے ہین اور اگر انکے عندیہ مین کوئی دلیل صریح قائم نہوئی تو بڑے جتھے کے قول کا اتباع کر لیا۔ اور جس مسئلہ مین کہ تصریح اور تعلیل صحیح سلف سے منقول نہوئی تو کامل کوشش کی قرآن اور حدیث یا صحابہ اور تابعین کے اثر سے نص یا اشارہ یا ایما کی جستجو مین اگر ملگئی تو اسکو اختیار کر لیا۔ اور انکے عندیہ مین یہ بات نہ تھی کہ ایک ہی عالم کی تقلید اسکے سب اقوال مین کرین خواہ اسکے قول پر انکے دل مطمئن ہون یا نہون۔ اور اگر تمکو ہمارے بیانین شک ہو تو تمکو چاہیئے کہ دیکھو بیہقی کی کتابین اور معالم السنن اور شرح السنہ مولفہ بغوی کو غرضکہ محققین فقہاء اہل حدیث کا یہ طریقہ تھا اور ایسے لوگ کم ہین اور یہ لوگ علیحدہ ہین اہل حدیث کے فرقہ ظاہریہ سے جو نہ قیاس کے قائل نہ اجماع کے اور نیز الگ ہین متقدمین اصحاب حدیث سے جنھون نے مجتہدون کے اقوال پر سرے سے التفات ہی نہین کیا بلکہ یہ لوگ اہل حدیث کے زیادہ مشابہ ہین کیونکہ انھون نے مجتہدون کے اقوال مین وہی کارستانی کی جو محدثین نے صحابہ اور تابعین کے مسائل مین کی۔

دوسری فصل مجتہد فی المذہب کے بیانمین

اور اسمین تین مسئلہ ہین۔

مسئلہ اول جاننا چاہیئے کہ مجتہد فی المذہب پر واجب ہے کہ سنن اور آثار اس قدر بہم پہونچا دے کہ انکی سبب سے حدیث صحیح اور اجماع سلف کی مخالفت سے بچا رہے

يفتى على سبيل الحكاية لا على سبيل الاجتهاد

مسئلة اعلم ان القاعدة عند محققى الفقهاء ان المسائل على اربعة اقسام قسم تقرر فى ظاهر المذهب وحكمه ان يقبلوه على كل حال وافقت الاصول او خالفت لذلك ترى صاحب الهداية وغيره يتكلفون ببيان الفرق فى مسائل التجنيس وقسم هو رواية شاذة عن ابيحنيفة رح وصاحبيه وحكمه ان لا يقبلوه الا اذا وافق الاصول وكم فى الهداية ونحوها من تصحيح لبعض الروايات الشاذة لحال الدليل وقسم هو تخريج من المتاخرين اتفق عليه جمهور الاصحاب وحكمه انهم يفتون به على كل حال وقسم هو تخريج منهم لم يتفق عليه جمهور الاصحاب وحكمه ان يعرضه المفتى على الاصول والنظائر من كلام السلف فان وجد موافقا لها اخذ به والا تركه

کہ فتوی بطور نقل عبارت کے دیتا ہو نہ اجتہاد کے طور پر

دوسرا مسئلہ - جاننا چاہیئے کہ محققین فقہا کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ مسائل فقہی چار قسم کے ہین - اول قسم وہ ہین جو ظاہر مذہب مین ثابت ہو چکے ہین اُن کا حکم یہ ہے کہ فقہا اُن کو ہر حال مین قبول کرتے ہین خواہ وہ اصول فقہ کے موافق ہون یا مخالف اور اسی وجہ سے تم مولف ہدایہ اور دوسرے علما کو دیکھتے ہو کہ تجنیس کے مسائل مین فرق بیان کرنے کے لیئے تکلف کرتے ہین - دوسری قسم وہ مسائل ہین جن مین روایت شاذ ابو حنیفہ اور صاحبین سے ہے اُن کا حکم یہ ہے کہ اُن کو پذیرا نہین کرتے مگر اُس صورت مین کہ اصول کے موافق ہون اور ہدایہ اور اُس جیسی اور کتابون مین تصحیح بعض روایات شاذ کی بہت ہے دلیل کی وجہ سے - تیسری قسم وہ مسائل ہین جنکو متاخرین نے نکالا ہے اور اُن پر جمہور علما کا اتفاق ہے اور اُن کا حکم یہ ہے کہ فقہا اُن کے بموجب ہر حال مین فتوے دیتے ہین - چوتھی قسم وہ مسائل ہین کہ متاخرین ہی نے نکالے ہین مگر اُن پر جمہور علما متفق نہین ہوے اور اُن کا حکم یہ ہے کہ مفتی اُن کو اصول پر اور کلام سلف کی نظیرون پر پیش کرے پس اگر اُن کو موافق اصول اور نظیرون کے پاوے تو اُن کو اختیار کرے اور اگر موافق نہ پاوے تو اُن کو ترک کرے -

لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا ما لم یعلم من این
قلنا وفیہا ایضا عن بعضہم قالوا ان
الرجل حفظ جمیع کتب اصحابنا لا بد ان
یتلمذ للفتوی حتی یہتدی الیہ لان
کثیرا من المسائل اجاب عنہا
اصحابنا علی عادۃ اہل بلدہم
ومعاملاتہم فینبغی لکل مفتی
ان ینظر الی عادۃ اہل بلدہ وزمانہ
فیما لا یخالف الشریعۃ وفی عمدۃ الاحکام
من المحیط فاما اہل الاجتہاد
من یکون عالما بالکتاب والسنۃ
والآثار ووجوہ الفقہ
وفی الخانیۃ
نقل عن بعضہم لا بد للاجتہاد
من حفظ المبسوط ومعرفۃ
الناسخ والمنسوخ والمحکم والمأول
والعلم بعادات الناس وعرفہم
وفی السراجیۃ قیل ادنی الشروط
للاجتہاد حفظ المبسوط ذکر ہذہ
الروایات فی خزانۃ المفتین اقول ہذہ
العبارات معناہا الفرق بین المفتی الذی ہو
ہو صاحب تخریج وبین المفتی الذی
ہو متبحر فی مذہب اصحابہ

کہ کسی کو حلال نہین کہ ہمارے قول کے بموجب فتوی
دے جبتک یہ نجانے کہ ہم نے کہان سے کہا ہی۔ اور نیز
فصول عمادیہ مین بعض ائمہ سے منقول ہے کہ انھون نے
کہا کہ اگر بالفرض کوئی عالم ہمارے اساتذہ کی سب کتابین
یاد کرلے تب بھی اُسکو فتوے کے لیئے شاگرد ہونا ضرور ہے
یہان تک کہ اُس کو فتوی دینے کی راہ ملجا دے کیونکہ
بہت مسئلہ ایسے ہین کہ اُنکا جواب ہمارے پیشواؤن نے
اپنے شہر والونکی عادت اور اُن کے معاملات کے مطابق
دیا ہی تو ہر فتوے دہندہ کو چاہیئے کہ اُن معاملونمین
جو شریعت کے خلاف نہون اپنے شہر اور زمانہ کی
عادت کو مدنظر رکھے۔ اور عمدۃ الاحکام مین محیط
سے یہ مضمون منقول ہے کہ اجتہاد والے وہ لوگ ہین
کہ عالم ہون قرآن اور حدیث اور آثار اور فقہ کی
صورتون اور توجیہون کے۔ اور خانیہ مین بعض
علما سے منقول ہے کہ اجتہاد کے لیئے ضرور ہی کتاب
مبسوط کا یاد کرنا اور ناسخ اور منسوخ اور محکم اور
ماول کا پہچاننا اور لوگون کی عادت اور اُن کے
عرف کو جاننا۔ اور سراجیہ مین ہے کہ بعض علما کا
قول ہے کہ اجتہاد کی شرطون مین سے کم سے کم مبسوط
کا یاد کرنا ہے۔ یہ ساری روایتین خزانۃ المفتین مین
مذکور ہین۔ مین کہتا ہون کہ ان عبارتون کا مضمون اور
مقصود یہ ہی کہ فرق ہے اُس مفتی مین کہ مسائل خود برآمد
کرے اور اُس مفتی مین کہ اپنے ائمہ کے مذہب مین علامہ ہو

رجوت ان يسعر الى الاعتماد عليها فى النوازل
مسئلة اعلم انّ المسئلة اذا كانت ذات
اختلاف بين ابى حنيفة وصاحبيه
فحكمها ان المجتهد فى المذهب يختار
من اقوالهم مّا هو اقوى دليلا واقيس
تعليلا وارفق بالنّاس ولذلك افتى
جماعات من علماء الحنفيّة على قول محمد رح
فى طهارة الماء المستعمل وعلى قولهما
فى اوّل وقت العصر والعشاء وفى
جواز المزارعة وكتبهم مشحونة بذلك
لا يحتاج الى ايراد النقول وكذلك
الحال فى مذهب الشافعىّ رح فى
المنهاج وغيره فى الفرائض
ان اصل المذهب عدم توريث ذوى
الارحام وقد افتى المتاخّرون
عند عدم انتظام بيت المال
بتوريثهم وقد نقل فقيه
اليمن ابن زياد فى فتاواه مسائل
افتى المتاخرون فيها
بخلاف المذهب منها اخراج
الفلوس من الزكوٰة المفروضة
من النقدين وعروض التجارة
فتى البلقينى بجوازه ❊❊

تو توقع کرتا ہون کہ مجکو وقائع مین اُن پر اعتماد کرنا روا ہو
بیشتر اسئلہ جاننا چاہیے کہ جب مسئلہ مین درمیان
امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے اختلاف ہو تو اُس کا
حکم یہ ہے کہ مجتہد فی المذہب اُن کے اقوال مین سے
ایسا قول اختیار کرے جس کی دلیل قوی ہو اور علت
قیاس سے زیادہ موافق اور لوگونکے حق مین نرم تر ہو اور اسی
وجہ سے علماء حنفیہ کی بہت جماعتون نے آب مستعمل کے
پاک ہونے کے باب مین امام محمدؒ کے قول پر فتوی دیا ہو اور
اول وقت عصر اور عشا کے بارہ مین اور بٹائی پر کھیتی کے
جائز ہونیمین صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہو اور
حنفی فقہا کی کتابین اس سے بھری ہین نقلون کے
لکھنے کی حاجت نہین - اور ایسا ہی حال مذہب شافعی
مین ہو چنانچہ منہاج وغیرہ کے فرائض یعنی بیان
میراث مین لکھا ہو کہ اصل مذہب شافعی یہ ہو کہ ذوی
الارحام کو وارث نکیا جائے یعنے اگر اہل فروض
اور عصبات نہون تو ترکہ بیت المال مین دیا جاوے
لیکن متاخرین نے فتوے دیا ہے کہ جب بیت المال کا
انتظام نہو تو ذوی الارحام کو وارث کرین - اور ابن
زیاد فقیہ یمن نے اپنے فتاوی مین چند مسئلہ ایسے
نقل کیئے ہین جنمین متاخرین نے مذہب شافعی کے خلاف
فتوے دیا ہو ایک اُنمین سے پیسون کا ادا کرنا ہو اُس
زکوٰۃ مین جو سیم و زر اور اسباب تجارت مین فرض
ہوئی ہو بلقینی نے اُس کے جائز ہونے کا فتوی دیا

وفی خزانة الروایات
نقلا عن بستان الفقیه ابی اللیث
فی باب الاخذ عن الثقات ولو ان
رجلا سمع حدیثا او سمع مقالة
فان لم یکن القائل ثقة فلا یسعه
ان یقبل منه الا ان یکون قولا
یوافق الاصول فیجوز العمل به والا
فلا وکذا لو وجد حدیثا
مکتوبا او مسئلة فان کان
موافقا للاصول جاز ان یعمل به
والا فلا وفی البحر الرائق عن ابی اللیث
قال سئل ابو نصر عن مسئلة وردت
علیه ما تقول رحمک الله تعالی وقعت
عندک کتب اربعة کتاب ابراهیم بن
رستم وادب القاضی عن الخصاف
وکتاب المجرد وکتاب النوادر من جهة هشام
هل یجوز لنا ان نفتی منها اولا وهذه الکتب محمودة
عندک فقال ما صح عن اصحابنا فذلک علم
محبوب ومرغوب فیه مرضی به واما الفتیا فانی
لا اری لاحد ان یفتی بشیء لا یفهمه ولا یحتمل
اثقال الناس فان کانت
مسائل قد اشتهرت وظهرت
وانجلت عن اصحابنا

اور خزانة الروایات کے باب الاخذ عن الثقات مین
بستان فقیہ ابو اللیث سے منقول ہی کہ اگر کسی نے
کوئی حدیث سنی یا کوئی مقولہ سنا تو اگر کہنے والا معتبر
نہو تو سامع کو روا نہین کہ گوینده سے اُسکو پذیرا کرے
مگر اُس صورت مین کہ اُس کا قول اصول کے موافق
ہو تو اُس وقت اُسکے بموجب عمل کرنا درست ہی ورنہ ناجائز
اور اسی طرح اگر کوئی حدیث لکھی ہوئی یا کوئی مسئلہ
لکھا ہوا پاوے تو اگر اصول کے موافق ہو تو اُسپر
عمل کرنا جائز ہے ورنہ درست نہین۔ اور بحر الرائق مین
ابو اللیث سے منقول ہی کہ اُنھون نے کہا کہ ابو نصر سے
کسی نے حال اُس مسئلہ کا پوچھا جو ابو نصر کے پاس
آیا تھا اسطرح کہ تم کیا فرماتے ہو اللہ تعالی تمپر رحم کرے اس
صورت مین کہ ہمارے پاس چار کتابین موجود ہین ایک ابراہیم
بن رستم کی کتاب دوم خصاف کی آداب القاضی سوم کتاب مجرد
چہارم کتاب نوادر جو ہارون خلیفہ ہشام کیطرف سے تمہارے
پاس ہین آیا ہمکو درست ہی کہ انہین سے دیکھکر ہم فتوی
دین یا درست نہین اور یہ کتابین تمہارے نزدیک اچھی
ہین۔ ابو نصر نے کہا کہ جو اقوال ہمارے ائمہ سے پایہ
صحت کو پہونچ گئے ہین وہ علم محبوب اور دل پسند لائق
رضامندی کے ہے اور فتوی دینے کا حال یہ ہی کہ مین
کسی کو جائز نہین جانتا کہ ایسی چیز کا فتوے دے جسکو
سمجھتا نہو اور لوگون کا وبال اپنی گردن پرلے اور اگر
مسائل مشہور اور ظاہر اور صاف منقول ہون ہمارے ائمہ سے

فصل فی المتبحر فی المذهب وهو الحافظ لکتب مذهبه وفیه مسائل

مسئلة

من شرطه ان یکون صحیح الفهم عارفا بالعربیّة واسالیب الکلام ومراتب الترجیح متفطنا لمعانی کلامهم لا یخفی علیه غالبا تقیید ما یکون مطلقا فی الظاهر والمراد منه المقیّد واطلاق ما یکون مقیدا فی الظاهر والمراد منه المطلق نبّه علی ذلک ابن نجیم فی البحر الرائق ویجب علیه ان لا یفتی الا باحد وجهین امّا ان یکون عنده طریق صحیح یعتمد علیه الی امامه او یکون المسئلة فی کتاب مشهور تداولته الایدی فی النهر الفائق فی کتاب القضاء طریق نقل المفتی المقلد عن المجتهد احد امرین اما ان یکون له سند الیه او یأخذ من کتاب معروف تداولته الایدی نحو کتب محمد بن الحسن ونحوها من التصانیف المشهورة للمجتهدین لانه بمنزلة الخبر المتواتر او المشهور وهکذا ذکر الرازیّ فعلی هذا لو وجد بعض نسخ النوادر فی زماننا لا یحل عزو ما فیها

تیسری فصل

مذہب مین علامہ کے بیان مین جو اپنے مذہب کی کتابون کا حافظ ہو اور اس فصل مین پانچ مسئلے ہین ـ

مسئلہ اول ـ ایسے عالم کی ایک شرط یہ ہے کہ سمجھ کا ٹھیک ہو اور زبان عربی اور کلام کے طریقون اور ترجیح کے مراتب سے واقف اور عرب کی تقریر کے معانی کو جلد سمجھتا ہو اُس پر اکثر مخفی نہ رہتا ہو وہ لفظ جو ظاہر مین مطلق ہو اور مقید مراد لیا جاوے اور جو ظاہر مین مقید ہو اور اُس سے مطلق مقصود ہو ابن نجیم نے بحر الرائق مین اس شرط پر تنبیہ کی ہے اور ایسے عالم پر واجب ہے کہ فتوی صرف دو صورتون سے دیوے یا تو اُسکے پاس سند صحیح قابل اعتماد اُسکے امام تک اس مسئلہ مین موجود ہو یا مسئلہ مذکور کسی کتاب مشہور مروج مین مسطور ہو ـ نہر الفائق کے کتاب القضا مین ہے کہ مفتی مقلد جو مجتہد کا قول نقل کرے اُس کا طریقہ دو صورتون مین سے ایک طرح پر ہوتا ہے یا اُس کے پاس اُسکے قول کی سند مجتہد تک ہو یا اُس قول کو کسی کتاب معروف اور مروج سے لے جیسے کتابین امام محمد کی اور اُن جیسی اور مشہور تصنیفین مجتہدون کی ہین کیونکہ ان کتابون مین ہونا بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہے اور ایسا ہی امام رازی نے بیان کیا ہے تو اس تقدیر پر اگر کوئی نسخہ نوادر[1] کا ہمارے زمانہ مین ملے تو اُس مین کے قول کو

[1] نوادر ایک کتاب کا نام ہے جو امام محمد نے تالیف کی تھی ۱۲

وقال اعتقد جوازه ولكنه
مخالف لمذهب الشافعي رح وتبع
البلقيني في ذلك البخاري
ومنها دفع الزكوة الى الاشراف
العلويين افتى الامام فخر الدين
الرازي بجوازه في هذه
الازمنة حين منعوا سهمهم
من بيت المال وضرهم الفقر
ومنها بيع النحل في الكوارات
مع ما فيها من شمع وغيره اجاب
البلقيني بالجواز ونقل ابن زياد
عن الامام بن عجيل انه قال ثلث
مسائل في الزكوة يفتى
فيها بخلاف المذهب نقل الزكوة و
دفع الزكوة الى واحد ودفعها الى صنف
اقول وعندي في ذلك رأي وهو ان
المفتي في مذهب الشافعي رح سواء كان
مجتهدا في المذهب او متبحرا فيه اذا
احتاج في مسئلة الى غير مذهبه فعليه
بمذهب احمد رح فانه اجل اصحاب الشافعي رح
علما وديانة ومذهبه عند التحقيق
فرع لمذهب الشافعي ووجه
من وجوهه والله اعلم

اور کہا کہ مین اُس کو درست اعتقاد کرتا ہون لیکن
یہ مسئلہ مخالف ہے مذہب شافعی رح کے اور اسباب
مین بلقینی نے بخاری کا ساتھ دیا ہے۔ اور ایک
مسئلہ مال زکوٰۃ کا سادات علوی یعنی اولاد علی مرتضیٰ
کو جو بطن فاطمہ رض سے ہون دینا ہے کہ امام فخر الدین
رازی نے ان وقتون مین اُس کے جائز ہونیکا فتوی
دیا جب سادات کو بیت المال مین کا سہام رد کردیا گیا اور
انکو فقر نے تکلیف دی۔ اور ایک مسئلہ شہد کی مکھیون
کو مہال مین معہ موم وغیرہ کے فروخت کرنا ہے کہ بلقینی
نے اُسکے جواز کا حکم دیا۔ اور ابن زیاد نے امام ابن
عجیل سے نقل کیا ہے کہ اُنھون نے کہا کہ تین مسئلہ
زکوٰۃ مین ایسے ہین جن مین مذہب کے خلاف فتوی دیا
جاتا ہے اول زکوٰۃ کو دوسرے شہر مین لیجانا دوم زکوٰۃ
ایک شخص کو دینی سوم زکوٰۃ صرف ایک صنف مصرف
کو حوالہ کرنی ۔ مین کہتا ہون کہ میرے نزدیک ایک
اور تجویز اس باب مین ہے اور وہ یہ ہے کہ فتوی دہندہ
مذہب شافعی مین خواہ مجتہد فی المذہب ہو یا علامہ مذہب
جب کسی مسئلہ مین حاجتمند دوسرے مذہب کا ہو تو اُسکو
امام احمد کا مذہب اختیار کرنا چاہیئے کہ وہ علم اور دیانت
مین امام شافعی کے بڑے ذی شان شاگردون مین سے
ہین اور اُن کا مذہب تحقیق کرنے سے امام شافعی کے
مذہب کی ایک شاخ ہے اور اُنھین کے مذہب کی
صورتون مین سے ایک صورت ہے واللہ اعلم۔

هل يجوز ان يعمل عليها وكيف يجوز وقد
قيل لا يجوز لغير المجتهد ان يعمل الا
على روايات مذهبه وفتاوى امامه ولا
يشتغل بمعاني النصوص والاخبار والعمل
عليها كالعامي قيل هذا في العامي
الصرف الجاهل الذي لا يعرف
معاني النصوص والاحاديث وتاويلاتها
اما العالم الذي يعرف النصوص
والاخبار وهو من اهل الدراية
وثبت عنده صحتها من المحدثين
او من كتبهم الموثوقة المشهورة المتداولة
يجوز له ان يعمل عليها
وان كان مخالفا لمذهبهم
يؤيده قول ابي حنيفة ومحمد
والشافعي واصحابه رحمه الله
وقول صاحب الهداية في روضة
العلماء الزندويسية في فضل
الصحابة سئل عن ابي حنيفة رحمة
الله عليه اذا قلت قولا وكتاب الله
يخالفه قال اتركوا قولي بكتاب
الله فقيل اذا كان خبر الرسول صلى الله
عليه وآله وسلم يخالفه قال اتركوا قولي بخبر رسول الله
صلى الله عليه وسلم فقيل اذا كان قول الصحابة

تو آیا ایسے مقلد کو درست ہے کہ حدیث پر عمل کرے اور
مقلد کو جائز کیسے ہوگا کہ علما لکھ چکے ہیں کہ غیر مجتہد کو
درست نہیں کہ بجز روایات اپنے مذہب اور فتوون
اپنے امام کے کسی اور پر عمل کرے اور نہ یہ درست ہے کہ
نصوص اور اخبار کے معانی ہیں اور انکے بموجب
عمل کرنے میں مشغول ہو جیسے عامی کو یہ باتیں درست
نہیں اس سوال کا جواب بعض نے یہ پایا ہو کہ اپنے مذہب
اور امام کی روایات پر پابند رہنے کا حکم اُس عامی
کے بارہ میں ہے کہ محض جاہل اور نصوص اور اخبار کے معانی
اور اُن کے تاویلوں سے ناواقف ہو باقی رہا وہ عالم کہ
نصوص اور اخبار سے واقف اور صاحب دانش ہو اور
اُس کے نزدیک صحت حدیث کی محدثوں سے یا اُن کی
کتابوں معتمد اور مشہور اور مروج سے ثابت ہوئی ہو تو
اُس کو جائز ہے کہ اس حدیث پر عمل کرے اگرچہ اُنکے
مذہب کے مخالف ہو اس کا مؤید قول امام ابو حنیفہ
اور محمد اور امام شافعی اور اُن کے ہمراہیوں کا اور
قول صاحب ہدایہ کا روضۃ العلماء زندویسیہ کے فضل
صحابہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ سے پوچھا گیا کہ
جب تم کوئی قول کہو اور قرآن اُس کے مخالف ہو
امام نے کہا کہ میرا قول چھوڑ دو قرآن کے مقابل
پوچھا گیا کہ جب خبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی
مخالف تمہارے قول کے ہو کہا کہ حدیث کے مقابل
بھی میرا قول ترک کرو پھر پوچھا گیا کہ اگر قول صحابہ کا

الى محمد ولا الى ابى يوسف رح لانها
لم تشتهر فى عصرنا فى ديارنا ولم تتداول
نعم اذا وجد النقل عن النوادر مثلاً
فى كتاب مشهور معروف كالهداية
والمبسوط كان ذلك تعويلاً على
ذلك الكتاب انتهى وفى فتاوى القنية
فى باب ما يتعلق بالمفتى ان ما يوجد
من كلام رجل ومذهبه فى كتاب
معروف وقد تداولته الايدى فانه
جاز لمن نظر فيه ان يقول قال فلان
او فلان كذا وان لم يسمعه من احد نحو كتب محمد بن
الحسن رح وموطا مالك رح ونحوهما من الكتب المصنفة
فى اصناف العلوم لان وجود ذلك على هذا الصفة الوجه
بمنزلة الخبر المتواتر والاستفاضة فلا يحتاج مثله الى الاسناد
مسئلة اذا وجد المتبحر فى المذهب حديثاً
صحيحاً يخالف مذهبه فهل له ان
يأخذ بالحديث ويترك مذهبه فى تلك
المسئلة فى هذه المسئلة بحث طويل واطال
فيها صاحب خزانة الروايات نقلاً عن دستور المسالكين
فلنورد كلامه من ذلك بعينه فان قيل
لو كان المقلد غير المجتهد عالماً مستدلاً يعرف
قواعد الاصول ومعانى
النصوص والاخبار

امام محمد اور امام ابو یوسف کیطرف منسوب کیے نا درست
ہوگا کیونکہ نوادر نہ ہمارے زمانہ مین مشہور ہوئی نہ
لوگونمین مروج ہان اگر نوادر کا کوئی قول مثلاً کسی کتاب
مشہور اور مروج مین مثل ہدایہ ور مبسوط کے منقول ملے
تو اُس کتاب پر اعتماد ہوگا تمام ہوا قول نہر الفائق کا
اور فتاوی قنیہ کے باب ما یتعلق بالمفتی مین ہی کہ جو کلام کسی
شخص کا یا اُسکا مذہب کسی کتاب مشہور مین ہی جو لوگونمین
رائج ہو رہی ہی تو اُس شخص کو جو کتاب مذکور مین نظر
ڈالے یہ کہنا درست ہی کہ فلان نے یا فلان نے ایسا
کہا ہی اگرچہ اس قول کو کسی سے نہ سنا ہو جیسے کتابین
امام محمد کی اور موطا امام مالک کی اور ان جیسی اور
کتابین ہین کہ اقسام علوم مین تصنیف ہوئی ہین کیونکہ
اس کلام کا اس صفت پر پایا جانا بمنزلہ خبر متواتر اور
مشہور کے ہی ایسا کلام سند کا حاجت مند نہین ہے۔
دوسرا مسئلہ۔ جب ماہر در مذہب کوئی حدیث
صحیح پاوے کہ اُس کے مذہب کے مخالف ہی تو آیا اُسکو
جائز ہے کہ حدیث پر عمل کرے اور اس مسئلہ خاص
مین اپنا مذہب چھوڑ دے اس سوال مین بڑی تقریر ہی
اور خزانۃ الروایات کے مؤلف نے دستور المسالکین سے نقل
کرکے اُسکو طول دیا ہی ہم آمین سے اُسکا کچھ کلام بجنسہ
بیان کرتے ہین۔ وہ کہتا ہی کہ اگر سوال کیا جاوے کہ اگر مقلد
مجتہد تو نہو مگر عالم استدلال کرنیوالا ہو کہ اُصول کے
قواعد اور نصوص اور اخبار کے معانی جانتا ہو

والاخذ بالحديث اولى من الاخذ
بقولهما اذا خالفاه وكذا يؤيده
ما ذكر في الهداية في مسئلة
صوم المحتجم لو احتجم وظن ان ذلك
يفطره ثم اكل متعمداً عليه القضاء
والكفارة لان الظن ما استند الى
دليل شرعي الا اذا افتاه فقيه
بالفساد لان الفتوى دليل شرعي
في حقه ولو بلغه الحديث واعتمده
فكذلك عند محمد رح لان قول
الرسول صلى الله عليه وآله
وسلم
لا ينزل عن قول المفتي
في الكافي والحميدي
اي لا يكون ادنى درجة
من قول المفتي وقول المفتي
يصلح دليلا شرعيا
فقول الرسول صلى الله عليه
وآله وسلم اولى وعن
ابي يوسف رح خلاف
ذلك لان على العامي
الاقتداء
بالفقهاء

اور حدیث کا حکم ماننا بہتر ہے دونوں اماموں کے قول
کو اختیار کرنے سے جس صورت مین کہ دونوں نے خلاف
حدیث کہا ہو۔ اور اسی طرح عالم کو عمل بالحدیث
مخالف اپنے مذہب کے کرنیکا مؤید وہ ذکر ہے جو ہدایہ
مین پچھنے لگوانے والے کے روزہ کے مسئلہ مین لکھا ہے
کہ اگر کسی نے پچھنے لگوائے اور گمان کیا کہ اس فعل سے
اُسکا روزہ جاتا رہا پھر جان بوجھکر کھانا کھا لیا تو اُسپر
روزہ کی قضا اور کفارہ دونون لازم آئینگے کیونکہ
گمان وہی معتبر ہے جسکی سند کوئی شرعی دلیل ہو مگر
جس صورت مین کہ روزہ دار کو کسی فقیہ نے روزہ
کے ٹوٹ جانیکا فتوے دیا ہو تو کفارہ نہوگا اس لیئے
فتوے دلیل شرعی موجود ہے اُس کے حق مین اور
اگر اُس کو اس باب مین حدیث ملی اور اُس نے حدیث
پر اعتماد کرکے روزہ کا جانا معلوم کیا تب بھی امام
محمد کے نزدیک اس پر کفارہ نہوگا کیونکہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم کا قول مفتی کے قول سے
کم رتبہ نہیں کافی اور حمیدی مین ہے کہ
اس کے یہ معنے کہ آپ کا ارشاد مفتی کے فتوے سے
درجہ مین کمتر نہوگا اور چونکہ مفتی کا قول دلیل
شرعی ہونے کی لیاقت رکھتا ہے تو ارشاد
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا بطریق اولے دلیل
شرعی ہوگا اور امام ابو یوسف سے اسکا خلاف
منقول ہے کیونکہ عامی پر فقہا کا اقتدا کرنا واجب ہے

[illegible]

يخالفه قال اتركوا قولي بقول الصحابة
وفي الاقناع روى البيهقي في السنن
عند الكلام على القراءة بسنده ؟
قال قال الشافعي رح اذا قلت قولا
وكان النبي صلى الله عليه واله وسلم
قال خلاف قولي فما يصح من حديث
النبي صلى الله عليه واله وسلم
اولى فلا تقلدوني ونقل امام الحرمين
في نهايته عن الشافعي رح انه قال
اذا بلغكم خبر صحيح يخالف مذهبي
فاتبعوه واعلموا انه مذهبي وقد صح
منصوصا انه قال اذا بلغكم عني
مذهب وصح عندكم خبر على
مخالفته فاعلموا ان مذهبي موجب
الخبر وروى الخطيب باسناده
ان الداركي من الشافعية كان
يستفتي وربما يفتي بغير
مذهب الشافعي رح وابي حنيفة
رحمه الله فيقال له هذا
يخالف قولهما
فيقول ويلكم حدث
فلان عن فلان عن النبي
صلى الله عليه واله وسلم هكذا

اُس کے مخالف ہو کہا کہ میرے قول کو صحابہ کے قول
کے مقابل بھی چھوڑ دو ۔ اور اقناع مین ہے کہ
بیہقی نے سنن مین قرارت کے ذکر کے قریب اپنی
سند سے روایت کیا ہے کہ راوی نے بیان کیا کہ
امام شافعی رح نے کہا ہے کہ جب مین کوئی قول کہون
اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے قول کے خلاف
فرمایا ہو تو جو حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے پایۂ صحت
کو پہونچے وہ بہتر ہے اس صورت مین تم میری تقلید نکرنا
اور امام الحرمین نے اپنے نہایہ مین امام شافعی سے
نقل کیا ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ جب تمکو کوئی حدیث
ایسی پہونچے کہ میرے مذہب کے مخالف ہو تو اُس حدیث
کا اتباع کرنا اور اُس حدیث کو میرا مذہب جاننا ۔ اور
یہ بھی مصرح ثابت ہوا ہی کہ اُنھون نے کہا ہی کہ جب
تمکو میرا مذہب کسی مسئلہ مین پہونچے اور تمھارے عندیہ
مین کوئی حدیث صحیح اُس کے مخالف ثابت ہو تو جان
لیجو کہ میرا مذہب حدیث مذکور ہی کا مضمون ہی ۔ اور خطیب
نے اپنی اسناد سے روایت کیا ہی کہ دارکی شافعی
المذہب سے لوگ فتوی پوچھا کرتے تھے اور وہ بعض
اوقات ایسا فتوی دیتے کہ نہ شافعی کے مذہب کا ہو
نہ ابو حنیفہ کے مذہب کا تو لوگ اُن سے کہتے کہ یہ حکم مخالف
ہے دونون اامون کے قول کے وہ جواب دیتے کہ تمھارا
برا ہو فلان راوی نے فلان صحابی سے اور اُس نے
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی روایت کیا ہے

وُرُدَّ بانہ ان اراد عدم التیقن بنفی
ہذہ الاحتمالات فالمجتہد ایضاً لا یحصل
لہ الیقین بذلک وانما یبنی اکثر امرہ
علی غالب الظن وان اراد انہ لا یدری
ذلک بغالب الرأی منعناہ فی صورۃ
النزاع لان المتبحر فی المذہب المتتبع
لکتب القوم الحافظ من الحدیث والفقہ
بجملۃ صالحۃ کثیرا ما یحصل
لہ غالب الظن بان الحدیث
غیر منسوخ ولا ماؤل بتاویل
یجب القول بہ وانما البحث
فیما حصل لہ ذلک والمختار ہہنا

ہو قول ثالث

وہو ما اختارہ ابن الصلاح
وتبعہ النووی وصححہ قال
ابن الصلاح من وجد من الشافعیۃ
حدیثا یخالف مذہبہ نظر
ان کملت لہ آلۃ الاجتہاد
مطلقا او فی ذلک الباب والمسئلۃ
کان لہ الاستقلال
بالعمل بہ وان لم یکمل
وشق مخالفۃ الحدیث
بعد ان یبحث

اور یہ قول رد کیا گیا ہے اس طرح کہ حدیث کا حال
معلوم نہونے سے اگر یہ غرض ہے کہ منسوخ وغیرہ
نہونیکے حال پر اُس کو یقین نہو تو یقین ان امور کا
تو مجتہد کو بھی نہین ہوتا بلکہ وہ اکثر اپنے اجتہاد کو
گمان غالب پر مبنی کرتا ہے اور اگر قائل نے یہ
ارادہ کیا ہے کہ غالب رائے سے نہین جانتا تو
اس کو ہم صورت متنازعہ مین نہین مانتے کیونکہ جو
شخص نہایت ماہر مذہب مین ہو اور قوم کی کتابین
دیکھتا رہے اور حدیث وفقہ کی مقدار شائستہ
یاد رکھتا ہو تو اُس کو اکثر گمان غالب ہوجاتا ہے
اسبات کا کہ حدیث نہ منسوخ ہے اور نہ ماول
ایسی تاویل سے کہ اُس تاویل کا قائل ہونا واجب
ہو علاوہ ازین گفتگو اُسی صورت مین ہے کہ ماہر در مذہب
کو یہ ظن حاصل ہوچکا ہو۔ اور یہان ایک تیسرا
قول ہے جس کو ابن صلاح نے پسند کیا اور نووی
نے اُس کا ساتھ دیا اور اس قول کو صحیح کیا
ہے ابن صلاح نے کہا کہ جو شخص شافعیون مین
سے کوئی حدیث اپنے مذہب کے مخالف پاوے
تو دیکھا جاوے کہ اگر اُسمین استعداد اجتہاد مطلق
کی پوری ہو یا اُسی خاص باب اور مسئلہ مین اجتہاد
کامل رکھتا ہو تو اُسکو عمل کرنا اس حدیث پر بطور
خود جائز ہوگا اور اگر یہ استعداد کامل نہین ہے
اور حدیث کی مخالفت اُسپر دشوار ہی بعد اسکے کہ تفحص کر چکا

لعدم الاهتداء فی حقه الی معرفة
الاحادیث وان عرف تاویله
یجب علیه الکفارة وفی المناو
بالاتفاق واما الجواب عن قول
ابی یوسف رح ان للعامی الاقتداء
بالفقهاء فمحمول علی العامی
الصرف الجاهل الذی لایعرف
معنی الاحادیث وتاویلها
لانه اشار الیه بقوله لعدم الاهتداء
فی حقه الی معرفة الاحادیث وکذا
قوله وان عرف العامی
تاویله یجب الکفارة یشیر الی
ان المراد من العامی غیر العالم وفی الحمیدی
العامی منسوب الی العامة وهم الجهال فعلم
من هذه الاشارات ان مراد ابی یوسف رح ایضا
من العامی الجاهل الذی لایعرف معنی النص وتاویله
وفیه ذکر من قول ابی حنیفة والشافعی ومحمد رح
بینهم قول القائل یجب العمل بالروایة بخلاف
النص کما نقلناه من خزانة الروایات وفی
قول آخر وهو انه اذا لم یجمع آلات الاجتهاد لایجوز
العمل علی الحدیث بخلاف مذهبه لانه لایدری انه
منسوخ او ماول او محکم محمول علی ظاهره وقال
هذا القول ابن الحاجب فی مختصره وتابعه

بوجہ راہ نملنے شناخت حدیث کے اُس کے حق مین اور
اگر سنے معتبر اُس حدیث کے جانتا ہوگا تو اُسپر کفارہ
واجب ہوگا اور مناوی مین ہے کہ یہ مسئلہ بالاتفاق
ہے اور امام ابو یوسف کے اس قول کیطرف سے جواب
عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیے یہ ہے کہ یہ قول محمول اس عامی
محض اور جاہل پر ہی جو معنی احادیث کے اور انکی تاویلین
نجانتا ہو کیونکہ خود اُنھون نے اسکی طرف اشارہ کیا ہی
اپنے اس قول مین کہ بوجہ راہ نملنے شناخت حدیث کو
اُسکے حق مین اور یہی طرح اُنکا یہ قول کہ اگر حدیث کو
معنی معتبر جانیگا تو کفارہ واجب ہوگا اشارہ کرتا ہی اس
بات کا کہ مراد عامی سے وہی ہی جو عالم نہو اور حمیدی
مین ہی کہ عامی منسوب ہی عامہ کیطرف جو جاہل ہوتے
ہین تو ان اشارات سے معلوم ہوا کہ مراد ابو یوسف
کی عامی سے وہ جاہل ہے کہ نص کے معنے اور تاویل
نجانتا ہو اور اقوال ابو حنیفہ اور شافعی اور محمد کے جو
مذکور ہوے اُنسے کہنے والے کا یہ قول دفع ہوا کہ روایت
مذہب پر عمل کرنا واجب ہی جو مخالف نص کے ہو کام
ہو گی وہ جیسا کہ ہم نے خزانۃ الروایات سے نقل کی
اور اس مسئلہ مین ایک اور قول بھی ہی وہ یہ کہ جب عالم کے
اجتہاد کے نرکھتا ہو تو اُسکو اپنے مذہب کے خلاف حدیث پر عمل
کرنا درست نہین کیونکہ اُس کو معلوم نہین کہ حدیث منسوخ
ہے یا ماول یا محکم ہے اپنے ظاہر معنے پر محمول اور ابن حاجب
نے اپنی مختصر مین اور اسکے تابعین نے اسی قول پر عمل کیا ہے

ن خير هــذه الامة ابو بكر رض ثم عمر رض
ي كانوا يقلدون فى كثير
ن المسائل غيرهما
بخلاف قولهما ولم ينكر
ى ذلك احد فكان اجماعا
لى ما قلناه واما افضلية قوله
ى هذه المسئلة فلا سبيل
الى معرفتها للمقلد الصرف
فلا يجوز ان يكون شرطا
للتقليد اذ يلزم ان لا يصح تقليد
جمهور المقلدين ولو سلم
ففى مسئلتنا هذه هذا
عليكم لا لكم لانه كثيرا
ما يطلع على حديث يخالف مذهب
امامه او يجد قياسا قويا
يخالف مذهبه
فيعتقد الافضلية فى تلك
المسئلة لغيره وذهب
الاكثرون الى جوازه
منهم الآمدى وابن
الحاجب وابن
الهمام

کہ اس امت کے سب سے افضل ابوبکر صدیق
پھر عمر فاروق ہین حالانکہ بہت سے مسائل
ہین ان دونون کے قول کے خلاف دوسرون
کے قول کی تقلید کرتے تھے اور اس بات
پر کسی نے انکار نہین کیا تو جس بات کو
ہم نے بیان کیا اُسپر اجماع ثابت ہوا
رہا امام کے قول کا افضل ہونا اس خاص
مسئلہ مین تو اُس کے پہچاننے کی سبیل
نرے مقلد کو کچھ نہین پس یہ بات تقلید کی
شرط بھی نہین ہو سکتی کیونکہ اس سے لازم
آتا ہے کہ عام مقلدون کی تقلید درست
نہو اور اگر بالفرض اس شرط کو مان بھی
لین تو ہمارے اس مسئلہ مین یہ تم ہی پر
پڑیگی تم کو کچھ مفید نہوگی کیونکہ ایسا عالم
اکثر ایسی حدیث پر آگاہ ہوتا ہے کہ اُس کے
امام کے مذہب کے مخالف ہو یا کوئی
قیاس قوی مخالف اُس کے مذہب کے
پاتا ہے تو اِس صورت مین افضل ہونا
دوسرے کے قول کا اس مسئلہ مین اعتقاد
کر لیتا ہے۔ اور اکثر علما اسطرف گئے ہین
کہ ایسے عالم کو اپنے امام کے مذہب کے
خلاف عمل کرنا درست ہے ان مجوزین
مین سے آمدی اور ابن حاجب اور ابن ہمام

فلم يجد لمخالفته جوابا شافيا عنه
فله العمل به ان كان عمل به امام مستقل
غير الشافعي رح ويكون هذا عذرا
في ترك مذهب امامه
ههنا
وحسنه النووي وقرره
مسئلة اذا اراد هذا المتبحر
في المذهب ان يعمل في مسئلة بخلاف
مذهب امامه مقلدا فيها لامام
اخر هل يجوز له ذلك
اختلفوا فيه فمنعه الغزالي
وشرذمة وهو قول ضعيف
عند الجمهور لان مبناه على ان الانسان
يجب عليه ان ياخذ بالدليل
فاذا فات ذلك بجهله بالدليل
اقمنا اعتقاد افضلية امامه
مقام الدليل فلا يجوز له ان يخرج
من مذهبه كما لا يجوز له ان
يخالف الدليل الشرعي ورد بان اعتقاد
افضلية الامام
على سائر الائمة مطلقا غير
لازم في صحة التقليد اجماعا لان
الصحابة والتابعين كانوا يعتقدون

اور حدیث کی مخالفت کرنے کا کوئی جواب شافی ا
طرف سے نپایا تو اُس کو عمل کرنا اُس حدیث پر ا
شرط سے روا ہی کہ کسی امام مستقل نے امام شافعی
سوا اُس پر عمل کیا ہو اور یہ امر اُسکو اپنے امام
مذہب چھوڑنیکا اس مقام پر عذر ہوگا اور اس ق
کو نووی نے اچھا کہا ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے
تیسرا مسئلہ - جب ایسا مذہب مین علامہ یو
چاہے کہ کسی مسئلہ مین دوسرے امام کی تقلید کر
اپنے امام کے مذہب کے خلاف عمل کرے تو سوا
یہ ہے کہ یہ امر اُسکو جائز ہے یا نہین اس کے
جواب مین علما نے اختلاف کیا ہے امام غزالی
اور چند علما نے اُسکو ناجائز کہا ہے اور جمہور کے
نزدیک عدم جواز قول ضعیف ہی اسلیئے کہ بنا اُنکی
اسبات پر ہے کہ آدمی پر دلیل کے ساتھ مذہب اختیا
کرنا واجب ہی اور جب دلیل کے نہ معلوم ہونے سے
اختیار مذہب فوت ہو گیا تو ہمنے اُسکے امام کے افضل
ہونیکے اعتقاد کو قائم مقام دلیل کے ٹھیرایا اس لیئے
اُسکو درست نہین کہ اپنے مذہب سے نکلے جیسے یہ درست
نہین کہ دلیل شرعی کے خلاف کرے اور یہ حجت اس
طرح پر رد کی گئی ہے کہ امام کے افضل ہونے کا
اعتقاد مطلقاً سب اماموں پر تقلید کے درست
ہونے مین بالاتفاق ضروری نہین اس لیئے
کہ صحابہ اور تابعین ہمیشہ اعتقاد رکھتے تھے

ومنهم من قال لا يلتقط الرخص
فقيل يعني ما سهل عليه
وردّ بأنّ النبيّ صلى الله عليه
وآله وسلم كان اذا خيّر
اختار اهون الامرين ما لم
يكن اثما وقيل ما لا يقوّيه
الدليل بل الدليل الصحيح
الصريح قام بخلافه مثل
المتعة والصرف وهذا وجهٌ
وجيه وجدت في كتاب
التلخيص في تخريج احاديث
الرافعيّ للحافظ ابن حجر
العسقلانيّ في كتاب
النكاح منه نقلا عن
الحاكم في كتاب
علوم الحديث باسناده
الى الاوزاعيّ قال يجتنب
او يترك من قول اهل
الحجاز خمسٌ ومن قول
اهل العراق خمس من اقوال اهل
الحجاز استماع الملاهي والمتعة واتيان
النساء في ادبارهن والصرف والجمع
بين الصلوتين بغير عذر

اور بعضون نے یہ کہا ہے کہ جواز کی شرط
یہ ہے کہ رخصتون کو نہ چھانٹے کسی نے
رخصتون سے مراد یہ کہی ہے کہ جو اعمال
اُس پر آسان ہون اور یہ مراد لینا اِس
طرح پر رد کیا گیا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
کا دستور تھا کہ جب آپ کو دو چیزون کا
اختیار ملتا تو آپ دونون مین سے زیادہ
آسان کو پسند کرتے بشرطیکہ وہ گناہ نہوتی
اور کسی نے مراد رخصت سے یہ لی کہ جسکی
تقویت دلیل نہ کرے بلکہ دلیل صحیح اور
صریح اُسکے خلاف پر قائم ہو جیسے متعہ اور
بیع صرف کو جائز کہنا اور یہ ایک عمدہ وجہ
ہے۔ مینے کتاب تخلیص مولفہ حافظ ابن حجر
عسقلانی کی جو دربارہ بیان اسناد حدیث
رفعی کے ہے کتاب النکاح مین حاکم کی کتاب
علوم الحدیث سے منقول یہ مضمون دیکھا ہے
جسکی سند حاکم نے اوزاعی تک کی ہے کہ انھون
نے کہا کہ اہل حجاز کی پانچ باتون سے اور اہل
عراق کی پانچ باتون سے کنارہ کیا جاوے یا
اُنکو ترک کیا جاوے اہل حجاز کے پانچ قول
یہ ہین آلات لہو کا سُننا متعہ کرنا عورتون
کے مقام پاخانہ مین صحبت کرنا بیع صرف
کرنا دو نمازون کو بلا عذر ایک ساتھ پڑھنا

والنووی واتباعه کابن حجر
والرملی وجماعات من الحنابلة
والمالکیة ممن یفضی
ذکر اسمائهم الی التطویل و
هو الذی اتفق علیه الاتفاق
من مفتی المذاهب الاربعة
من المتأخرین واستخرجوه
من کلام اوائلهم ولهم
رسائل مستقلة فی هذه المسئلة
الا انهم اختلفوا فی شرط جوازه
فمنهم من قال لا یرجع فیما قلد اتفاقا
فسره ابن الهمام فقال ای عمل
به واختلف الشراح فی معنی هذه
الکلمة فقیل فیما عمل
به بخصوصه بان یقضی تلک
الصلوة الواقعة علی المذهب الاول
مثلا وهو الصحیح الذی لا یتجه
غیره عند التحقیق وقیل
بجنسه ورد بانه لیس اتفاقیا
بل اکثر ما روی عن
السلف هو العمل بخلاف
المذهب فیما
کانوا یعملون به

اور نووی اور اُس کے تابعین مثل ابن حجر اور رملی
اور بہت جماعتیں حنبلیون اور مالکیون مین سے
ہین جن کے نامون کا ذکر کرنا نوبت بطول پہونچاتا
ہے اور اسی جواز پر اتفاق چارون مذہب کے
مفتیون کا متاخرین مین سے ہو گیا ہے اور
اُنھون نے اِس جواز کو پہلون کے کلام سے
نکالا ہے اور اِس مسئلہ مین جداگانہ رسالے
تالیف کیے ہین مگر عمل بخلاف مذہب کے جائز
ہونے کی شرط مین اختلاف کیا ہے بعضون
نے تو یہ کہا ہے کہ جس مین تقلید کر چکا اُس مین
بالاتفاق رجوع نہ کرے ابن ہمام نے اسکی تفسیر
یہ کی کہ جس مین عمل کر لیا شرح کرنے والے
ابن ہمام کے اِس لفظ کے معنے مین اختلاف
رکھتے ہین کسی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ جس عمل
خاص کو کر لیا ہو اُس مین رجوع نہ کرے اِسطرح
کہ مثلاً جو نمازین کہ پہلے مذہب پر ہوئی تھین
اُن کو قضا کرنے لگے اور یہ قول ایسا صحیح ہے
کہ تحقیق کے وقت دوسرا قول نہین بنتا
اور کسی نے کہا کہ یہ غرض ہے کہ جس عمل کی جنس
کر لی ہو اُس مین رجوع نہ کرے اور یہ قول رد کیا
گیا ہے اِس طرح کہ یہ امر بالاتفاق نہین بلکہ سلف
سے جو اکثر مروی ہے عمل کرنا مذہب کے خلاف
اُنھین صورتون مین ہے جن پر وہ عمل کرتے تھے

فيكفى عنه اشتراط كونه مذهباً
للاجتهاد فيه مساغ كما يأتى
ومنهم من قال لا يكون المذهب
الذى يذهب اليه مما ينقض فيه
قضاء القاضى وهذا وجيه
والاحتراز منه يحصل اذا قلد
مذهبا من المذاهب الاربعة المقبولة
المشهورة ومنهم من قال ينشرح
صدره فى تلك المسئلة بما قلد
فيه غير امامه ولا يتصوروا لا
فى المتبحر وقيل اذا اتبع الاكثر
والقول المشهور فخروجه
من مذهب امامه حسن
واذا كان بالعكس
فقبيح

هذا خلاصة ما فى
رسائلهم مع تنقيح
وتحرير

وانا اختار فى الجواز شرط ان لا
ينقض قضاء قاضى به سواء كان
النقض لاجتماع معنيين كل واحد
منهما صحيح كالنكاح بغير
شهود مجتمعين ولا اعلان

تو اُس کے عوض یہ شرط لگانا کافی ہے کہ وہ امر
ایسا ہو جس مین اجتہاد درست ہو چنانچہ آیندہ
آویگا۔ اور بعض نے جواز عمل خلاف مذہب کی
شرط یہ بیان کی ہی کہ جس مذہب یعنی مسئلہ کیطرف
وہ جاتا ہے وہ اُس قسم سے نہو جس سے حکم حاکم ٹوٹتا
ہوا اور یہ شرط عمدہ ہی اور اس قسم سے احتراز اُس
صورنہین ہوتا ہی کہ چاروں مذہب مقبول اور مشہور
مین سے کسی ایک مذہب کی تقلید کرے۔ اور بعض
نے جواز عمل خلاف مذہب کی شرط یہ کہی ہے کہ
عمل کنندہ کا سینہ اُس مسئلہ مین اُس قول سے
کھل جائے جسمین اپنے امام کے سوا دوسرے کی
تقلید کرتا ہے اور یہ سینہ کا کھلنا بجز علماء مذہب کے
متصور نہین۔ اور قول ضعیف یہ ہی کہ اگر اکثر
ائمہ کا اور قول مشہور کا اتباع کریگا تو اپنے
امام کے مذہب سے نکلنا اچھا ہے اور اس کے
عکس کیصورت مین بُرا ہے۔ یہ ہی خلاصہ اُس مضمون
کا جو علما کے رسالون مین ہی اور تنقیح اور تحریر ہم
نے زیادہ کی ہے ہر ایک کے مضمون مین۔
اور مین جواز عمل خلاف مذہب مین یہ شرط
پسند کرتا ہون کہ عمل مذکور سے حکم حاکم نہ ٹوٹے
خواہ یہ ٹوٹنا دو معنون کے جمع ہونیسے ہو کہ ہر ایک
دونون مین سے درست ہو مثلاً نکاح بدون اجتماع
گواہون کے اور بدون اعلان کے کرنا

ومن قول اهل العراق شرب النبيذ و
تاخير العصر حتى يكون ظل الشيء
اربعة امثاله ولا جمعة الا في سبعة
امصار والفرار من الزحف والاكل
بعد الفجر في رمضان ثم قال ابن
حجر وروى عبد الرزاق عن معمر
لو ان رجلا اخذ بقول اهل المدينة
في استماع الغناء واتيان النساء في
ادبارهن وبقول اهل مكة
في المتعة والصرف وبقول اهل الكوفة في
المسكر كان شر عباد الله ومنهم
من قال لا يلفق بحيث يتركب
حقيقة ممتنعة عند الامامين قيل
الممنوع ان يتركب حقيقة ممتنعة
في مسئلة واحدة مثل الوضوء بلا ترتيب
ثم خرج منه الدم السائل لا في مسئلتين
كما اذا طهر الثوب بمذهب الشافعي وصلى
بمذهب ابي حنيفة ويتجه ان يقال فيه
بحث لانه ان كان المقصود من هذا
القيد ان لا يخرج مجموع ما انحله من
الاتفاق فهو حاصل في مسئلتين
ايضا وان كان المقصود ان لا يخرج هذه
المسئلة وحدها من الاجماع

اور اہل عراق کے پانچ قول یہ ہین۔ نبیذ کا پینا نماز عصر
مین اتنی تاخیر کہ چیز کا سایہ اُس کا چہار چند ہو جاوے
جمعہ کا بجز سات شہرون کے دوسری جگہ نہونا صف جہاد
سے بھاگ جانا رمضان شریف مین فجر کے بعد کھانا۔
پھر ابن حجر نے کہا کہ عبد الرزاق نے معمر سے روایت
کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے راگ سننے کے بارہ مین اور
عورتون سے پشت کیجانب صحبت کرنے مین مدینہ والون کا
قول اختیار کیا اور متعہ اور بیع صرف کرنے مین مکہ والون کا
اور نشہ آور چیز کے پینے مین کوفہ والون کا قول لیا تو ایسا
آدمی بدترین بندگان خدا ہوگا۔ اور بعض نے عمل
خلاف مذہب کے جواز کی شرط یہ بیان کی ہو کہ عمل کنندہ
تلفیق نکرے یعنے ایسی طرح درہم برہم نکرے کہ دونون
امامون کے نزدیک ایک ناممکن صورت بنجاوے
بعض نے کہا کہ ناجائز وہ تلفیق ہے کہ ایک ہی مسئلہ
مین ناممکن صورت بنجاوے مثلاً وضو بے ترتیب کی پھر
اُس کے بدن سے بہتا ہوا خون نکل آیا دو مسئلون مین
ناجائز نہین مثلاً کپڑے کو امام شافعی کے مذہب کی
بموجب پاک کیا اور نماز ابو حنیفہ کے مذہب پر پڑہی
اور ہو سکتا ہے کہ کہا جاوے کہ اس قول مین کلام
ہے کیونکہ تلفیق نہونیکی قید سے اگر یہ مقصود ہے کہ تمام
عمل جو عمل کنندہ نے کیا دونون امامون کے اتفاق سے
باہر نہو تو یہ بات تو دو مسئلون مین بھی موجود ہے اور
اگر یہ مقصود ہے کہ یہی مسئلہ تنہا اجماع امامین سے باہر نہو

وفي حكم اخر المختار الجواز
لقوله تعالى فاسئلوا اهل الذكر
ان كنتم لا تعلمون فالقول
بوجوب الرجوع الى من قلده
اولا في مسئلة يكون تقييد
النص وهو يجري مجرى النسخ
على ما تقرر في الاصول ولقوله
صلى الله عليه واله وسلم اصحابي
كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم
وان العوام في السلف كانوا يستفتون
الفقهاء من غير رجوع الى
معين من غير انكار فحل محل
الاجماع على الجواز كذا في شرح
ابن الحاجب واما الجواب
في الوجه الثاني وهو ما اذا
التزم مذهبا معينا كابي حنيفة
والشافعي رح فقد اشار ابن الحاجب
الى الاختلاف في ذلك من خلاف
مذهبه واشار انه اختلف العلماء
في ذلك على ثلثة اقاويل فقيل لا يجوز
مطلقا وقيل يجوز مطلقا والقول الثالث
ان الحكم في هذا الوجه والوجه الاول
سواء فلا يجوز ان يرجع عنه

اور دوسرے محل مین مختار قول یہ ہی کہ رجوع کرنا
جائز ہی کیونکہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی فاسئلوا
اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون تو اب کسی مسئلہ مین
جسکی تقلید اول کرلی ہی اسی کی طرف رجوع
کرنے کو واجب کہنا اس آیت کو مقید کرنا ٹھیریگا
جو قائم مقام آیت کے منسوخ کرنیکے ہی جیسا کہ اصول
مین ٹھہر چکا ہی۔ اور ایک دلیل جواز رجوع کی
یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کہ میرے
اصحاب ستارون کی طرح ہین جس کسیکا اقتدا
کروگے راہ پاؤگے۔ علاوہ ازین سلف مین عوام
کا دستور تھا کہ فقہا سے فتوے پوچھتے بدون
اس کے کہ شخص معین کیطرف رجوع کرین اور اس بات
پر کوئی انکار نکرتا تو یہ معاملہ بھی جواز رجوع کے
لیئے قائمقام اجماع کے ہوگیا ایسا ہی ہی شرح ابن
حاجب مین۔ اور دوسری صورت کے جواب مین
یعنی جس صورت مین کہ مقلد نے التزام کسی مذہب
معین کا مثل ابو حنیفہ اور شافعی کے کیا ہو ابن
حاجب نے اپنے مذہب کے اختلاف کیوجہ سے اس بات
مین اختلاف کا اشارہ کیا ہی اور کہا ہی کہ علما نے
اس بات مین تین قول مختلف کیے ہین کسی نے تو کہا کہ
مطلق جائز نہین اور کسی نے کہا کہ مطلقا رجوع درست ہے
اور تیسرا قول یہ ہے کہ حکم اس صورت مین اور پہلی صورت مین برابر
ہی یعنے رجوع کرنا فقیہ اول کی تقلید سے جائز نہین

اولغیرہ وفی الاختیار شرط انشراح الصدر
للمعنیٰ فی الدلیل اوکثرۃ من عمل به
فی السلف اوکونه احوط او کونه
تفصّیًا من مضیق لایمکن له الطّاعة
معه لقوله صلی الله علیه وآله وسلم
اذا امرتکم بامر فاتوا منه بما
استطعتم ونحو ذلك من المعانی
المعتبرۃ فی الشرع لامجرد الهوی
وطلب الدنیا وفی الوجوب شرط
ان یتعلق به حق لغیرہ فیقضی
القاضی بخلاف مذهبه فی خزانة
الروایات فی کشف القناع واذا
قلد فقیها فی شئ هل یجوز له ان یرجع
عنه الی فقیه اٰخر المسئلة علی
وجهین احدهما ان لایکون
التزم مذهبا معینا کمذهب
ابی حنیفة والشافعی وغیرهما والثانی
التزم فمثال الی ملتزم
متبع ففی الوجه الاول قال
ابن الحاجب لایرجع
بعد تقلیدہ فیما
قلدہ
اتفاقا

یا حکم کا ٹوٹنا کسی دوسری وجہ سے ہو۔ اور عمل خلاف
مذہب مختار ہونیکی صورت مین یہ شرط پسند کرتا ہون
کہ عمل کے لیئے سینہ کا کھلنا کسی دلیل کی وجہ سے یا کثرت
عاملین سلف کیوجہ سے یا اُس عمل کے محتاط تر ہونے کے
سبب سے ہو یا اُس عمل کے باعث اُس دشواری سے
نجات ہوتی ہو جس کے ہوتے ہوئے فرمان پذیری اس
ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس سے بن نسکے
کہ جب مین تمکو کسی بات کا حکم کرون تو اُس مین سے جسقدر
تمسے ہوسکے بجالاؤ اور اسی طرحکی اور وجہون سے ہو
جو شرع مین معتبر ہین صرف خواہش نفس اور دنیا کی طلب
کی وجہ سے سینہ کا کھلنا نہو۔ اور عمل خلاف مذہب کے
واجب ہونے مین یہ شرط پسند کرتا ہون کہ عامل کے
ذمہ پر دوسرے کا حق لگا ہوا ہو اور قاضی اُسکے مذہب کے
خلاف حکم لگا دے یعنی اس صورتمین عمل خلاف مذہب واجب ہے
خزانۃ الروایات مین ہو کہ کشف القناع مین مذکور ہے
کہ اگر ایک مسئلہ مین آدمی ایک فقیہ کی تقلید کرتا ہے
تو اُس کو جائز ہے یا نہین کہ فقیہ اول کو چھوڑ کر کسی
دوسرے فقیہ کیطرف رجوع کرے یہ سوال دو صورت پر
ہو اول یہ کہ مقلد نے التزام ایک خاص مذہب کا مثل ابو حنیفہ
اور شافعی کے مذہب کے نہین کیا دوم یہ کہ التزام مذہب
معین کا کیا اور کہا کہ بین التزام کے ساتھ مقلد ہون تو
تو اوّل صورت مین ابن حاجب نے کہا کہ جس عمل مین
تقلید کر چکا ہو اُس مین بعد تقلید کے بالاتفاق رجوع نکرے

فینکر علی من فعل فعلا مجتهدا او تقلد
مجتهد و فی الظهیریة و من فعل فعلا
مجتهدا فیه او قلد مجتهدا فی فعل
مجتهد فیه فلا عار ولا شناعة
ولا انکار علیه
فی المنهاج للبیضاوی لو رای
الزوج لفظا کنایة ورأته المرأة
صریحا فله الطلب
ولها الامتناع
فیراجعان الی
غیرهما

فائدہ

استشکل رجل شافعی الاختلاف بین
عبارتی الانوار فاجبته بما یحل
الاختلاف فی کتاب القضاء
من کتاب الانوار ما حاصله
اذا دونت هذه المذاهب الاربعة
یجوز للمقلد ان ینتقل من مذهب
مجتهد الی مذهب آخر وکذا لو قلد
مجتهدا فی بعض المسائل و آخر
فی البعض الآخر حتی لو اختار
من کل مذهب الاهون کالحنفی اذا افتصد
اخذ بالشافعی رح لئلا یتوضأ او

تو اُس شخص پر انکار نہین کیا جائیگا جس نے
کوئی فعل قابل اجتہاد کیا یا کسی مجتہد کی تقلید
کی۔ اور ظہیریہ مین ہی کہ جو شخص کوئی فعل کرے
جسمین اختلاف مجتہدین ہو یا ایسے فعل
اختلافی مین کسی مجتہد کی تقلید کرے تو اُسمین
نہ کچھ ننگ ہی نہ عیب نہ انکار۔ اور بیضاوی کی
منہاج مین ہی کہ اگر شوہر نے کسی لفظ کو کنایۂ
طلاق جانا اور عورت نے اسکو صریح طلاق
سمجھا تو شوہر کو عورت سے طلب صحبت جائز ہی
اور عورت کو شوہر سے رکا رہنا درست ہی اسلیے
دونون کسی دوسرے سے مسئلہ پوچھین۔
فائدہ۔ ایک شخص شافعی نے انوار کی دو
عبارتون کا اختلاف مشکل سمجھا تو مینے اسکو
جواب ایسی طرح دیا جس سے وہ اختلاف حل
ہوجاے یعنی انوار کی کتاب القضا مین تو یہ
عبارت ہی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ چارون
مذہب قلم بند ہوگئے تو مقلد کو درست ہے کہ ایک
مجتہد کے مذہب سے دوسرے کے مذہب مین چلا جاے
اور اسی طرح اگر بعض مسائل مین ایک امام کی
تقلید کرے اور بعض مین دوسرے امام کی یہانتک
کہ اگر ہر مذہب مین سے آسان تر کو اختیار کرے
مثلاً حنفی شخص جب فصد کھلواے اور چاہے کہ امام شافعی
کے مذہب پر عمل کرے تاکہ دوبارہ وضو نکرے یا

بعد تقلیده فیما قلد ای عمل به ویجوز فی
غیره وفی عمدة الاحکام من الفتاوی
الصوفیة سئل یوم عید الفطر
انا نری بعض الناس یتطوعون
فی الجامع عند الزوال فنمنعهم عن
ذلك ونخبرهم عن ورود النهی
عن الصلوة فی الاوقات الثلثة
قال اما المنع فلا کیلا ندخل تحت قوله تعالی
ارایت الذی ینهی عبدا اذا صلی ولا تتیقن
وقت الزوال بل عسی ان یکون قبله
او بعده ولئن کان وقته فقد
روی عن ابی یوسف رح لا یکره ذلك
التطوع عند الزوال یوم الجمعة
والشافعی رح لا یکره ذلك فی جمیع
الایام فلئن اعترضت علی هذا المصلی
فعسی ان یجیبك انه تقلد فی هذه
المسئلة من یری جواز ذلك او یحتج
علیك بما احتج به من اجاز ذلك فلیس
لك ان تنکر علی من قلد
مجتهدا او احتج دلیلا
وفیها ایضا من التجنیس والمزید
وربما قلد
هذا المصلی

جبکہ تقلید فقیہ اول کی کسی مسئلہ مین کر لی ہو یعنی اُس کے
بموجب عمل کر لیا ہوا ور دوسری صورتون مین رجوع جائز ہے
اور عمدة الاحکام مین فتاوے صوفیہ سے منقول ہے
کہ ابن حاجب سے روز عید فطر کے پوچھا گیا کہ ہم بعض
لوگون کو دیکھتے ہین کہ جامع مسجد مین زوال کیوقت
نماز نفل پڑھتے ہین تو ہم اُن کو اِس نفل پڑھنے سے
روکتے ہین اور اُن کو آگاہ کرتے ہین کہ تین وقتون میں
نماز کی ممانعت آئی ہے اُنھون نے کہا کہ نفل پڑھنے والے
روکو نہین تا کہ تم اس ارشاد خداوندی کے مضمون مین
آجاؤ ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلی اور ایک وجہ یہ کہ
تمکو یقین وقت زوال نہین بلکہ شاید وہ وقت زوال سے
پہلے یا پیچھے ہو اور اگر زوال ہی کا وقت ہو تو امام
ابو یوسف سے منقول ہے کہ وہ اس نفل پڑھنے کو زوال
کیوقت جمعہ کے دن مکروہ نہین جانتے تھے اور امام شافعی
اُس کو سب دنون مین مکروہ نہین جانتے تو اگر تم اُس
نفل پڑھنے والے پر اعتراض کروگے تو عجب نہین کہ
وہ تمکو یہ جواب دے کہ مین نے اس مسئلہ مین اُس امام کی
تقلید کی ہے جو اُسکے جواز کا معتقد ہے یا تم پر وہ حجت پیش
کریگا جسکو اُس عالم نے قائم کی جو اس فعل کو جائز کہتا
ہے غرض کہ تمکو انکار کرنا درست نہین ایسے شخص پر
کہ کسی مجتہد کی تقلید کرے یا کوئی حجت شرعی پیش کرے
اور نیز عمدة الاحکام مین تجنیس اور مزید سے منقول ہے
کہ بعض اوقات نمازی مجتہد مجوز کی تقلید کرتا ہے

المسئلة الثانية مبنية على قول الغزالي وشرذمة والاول على قول الجمهور فافهم فان حل هذا الاختلاف قد صعب على بعض المصنفين

مسئلہ ۴

اعلم ان تقليد المجتهد على وجهين واجب وحرام فاحدهما ان يكون من اتباع الرواية دلالة تفصيله ان الجاهل بالكتاب والسنة لا يستطيع بنفسه التتبع والاستنباط فكان وظيفته ان يسأل فقيها ما حكم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في مسئلة كذا وكذا فاذا اخبر نتبعه سواء كان ماخوذا من صريح نص او مستنبطا منه او مقيسا على المنصوص فكل ذلك راجع الى الرواية عنه صلى الله عليه وآله وسلم ولو دلالة وهذا قد اتفقت الامة على صحته قرنا بعد قرن بل الامم كلها اتفقت على مثله في شرائعهم وامارة هذا التقليد ان يكون عمله بقول المجتهد كالمشروط بكونه موافقا للسنة

کہ دوسرا مسئلہ یعنی باب الاعتصا کا مبنی ہے امام غزالی اور کچھ علما کے قول پر اور مسئلہ اول کتاب القضا کا مبنی ہے جمہور کے قول پر اسکو خوب سمجھ لو اسوجہ سے کہ رفع کرنا الوزر کی عبارتون کے اس اختلاف کا بعض مصنفون پر دشوار گذرا ہے۔

چوتھا مسئلہ۔ جاننا چاہیئے کہ تقلید مجتہد کی دو طرح پر ہے ایک واجب دوم حرام واجب کی تو یہ صورت ہے کہ روایت حدیث کے اتباع سے ہو بطور دلالت کے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ جاہل قرآن اور حدیث سے بذات خود تلاش استنباط مسائل نہین کر سکتا تو اُسکے ذمہ یہی ہے کہ کسی عالم سے پوچھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فلان مسئلہ مین کیا حکم فرمایا ہے اور جب وہ عالم بتلاوے تو اس کا اتباع کرے خواہ وہ حکم صریح نص سے لیا گیا ہو یا اُس سے استنباط کیا ہو یا حکم صریح پر قیاس کیا ہو کہ ساری باتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیطرف راجع ہین گو دلالت ہی کے طور پر ہون اس قسم کی تقلید کی صحت پر تمام امت ہر قرن کی یکے بعد دیگرے متفق ہے بلکہ اس جیسی بات پر ساری امتین اپنی شریعتون مین متفق ہین۔ اور علامت اس تقلید کی یہ ہے کہ مقلد کا عمل مجتہد کے قول پر گویا اس شرط سے ہے کہ قول مذکور موافق سنت کے ہو

الشافعي مس فرجه او امرأة واراد
ان يأخذ بالحنفي لئلا يتوضأ
وغير ذلك من المسائل جاز هذا
حاصل كلام صاحب الانوار في كتاب
القضاء وقال في باب الاحتساب
لو رأى الشافعي شافعيا يشرب
النبيذ او ينكح بلا ولي ويطأها فله
ان ينكر لان على كل مقلد
اتباع مقلده ويعصي بالمخالفة
ولو رأى الشافعي الحنفي يأكل
الضب او متروك التسمية عمدا
فله ان يقول اما ان تعتقد ان
الشافعي اولى بالاتباع واما ان
تترك هذا كلامه في الاحتساب
وبين القولين اختلاف اقول
وحل الاختلاف عندي والله
اعلم ان معنى قوله يعصي بالمخالفة
انه يعصي اذا عزم على تقليده في
جميع المسائل او في هذه المسئلة
ثم اقدم على المخالفة فهذه معصية
بلا شك واما اذا قلد في هذه
المسئلة غيره فذلك الغير هو مقلده
ولم يخالفه او نقول

شافعی نے اپنی شرمگاہ یا کسی عورت کو ہاتھ لگایا اور
چاہا کہ حنفی مذہب اختیار کرے تاکہ وضو نہ کرنا پڑے
اور اس کے سوا اور مسائل مین ایسا کرے تو جائز ہوگا
مؤلف انوار کی تقریر کا حاصل کتاب القضا مین تو یہ ہی
اور باب الاحتساب مین یون کہا ہی کہ اگر کوئی شافعی
دوسرے شافعی کو دیکھے کہ نبیذ پیتا ہے یا بدون ولی
کے نکاح کرکے عورت سے ہمبستر ہوتا ہی تو اول شخص کو
روا ہی کہ دوسرے پر اعتراض کرے کیونکہ ہر مقلد پر اتباع
اپنے امام کا واجب ہی اور مخالفت امام کی سے گنہگار
ہوگا اور اگر شافعی کسی حنفی کو دیکھے کہ سوسمار کھاتا ہی
یا وہ جانور کہ اُسکے ذبح کرنے مین بسم اللہ دانستہ چھوڑ دی
ہو کھاتا ہی تو اُس کو جائز ہی کہ حنفی مذکور سے کہے کہ یا تو
اس بات کا معتقد ہو کہ امام شافعی زیادہ مستحق اتباع
کے ہین یا ان چیزون کا کھانا ترک کر یہ تقریر انوار والے
کی احتساب مین ہی اور دونون قولون مین اختلاف ہی
مین کہتا ہون کہ میرے عندیہ مین اس اختلاف کا حل
واللہ اعلم یہ ہی کہ اُس کے قول (مخالفت کرنے امام سے
گناہگار ہوگا) کے یہ معنی ہین کہ جب مقلد نے اپنے امام
کی تقلید کرنیکا سب مسئلون مین یا اس خاص مسئلہ مین
پختہ ارادہ کر لیا پھر مخالفت پر جرأت کی تو یہ مخالفت
بیشک گناہ ہی اور جس صورت مین کہ اس مسئلہ مین دوسرے
امام کی تقلید بدون کسی عزم کے کی تو امام وہی رہیگا
اور مقلد اُس کی مخالفت نہ کریگا - یا ہم کہتے ہین

واستيقن بصحته لم يقبله لكون ذمته مشغولة بالتقليد فهذا اعتقاد فاسد وقوله كاسد ليس له شاهد من النقل والعقل وما كان احد من القرون السابقة يفعل ذلك وقد كذب في ظنه من ليس بمعصوم من الخطأ معصوما حقيقة او معصوما في حق العمل بقوله وفي ظنه ان الله تعالى كلفه بقوله وان ذمته مشغولة بتقليده وفي مثله نزل قوله تعالى وانا على اثارهم مقتدون وهل كان تحريف الملل السابقة

مسئلة اختلفوا في الفتوى بالروايات الشاذة المهجورة في خزانة الروايات في السراجية ثم الفتوى على الاطلاق على قول ابي حنيفة رح ثم بقول ابي يوسف رح ثم بقول محمد بن الحسن الشيباني رح ثم بقول زفر بن هذيل والحسن بن زياد رح وقيل اذا كان ابو حنيفة رح في جانب وصاحباه في جانب فالمفتي بالخيار والاول اصح اذا لم يكن المفتي مجتهدا ا

اور اُسکے صحیح ہونیکا یقین بھی کرلیتا ہی تب بھی حدیث کو قبول نہین کرتا کیونکہ اُسکے ذمہ تو تقلید کی بیخ لگی ہوئی ہی تو یہ اعتقاد خراب اور نکما قول ہی اسکا شاہد نہ نقلی ہے نہ عقلی اور پہلے قرنون مین سے کوئی یہ امر نکرتا تھا اور اس مقلد نے دو غلطیان کین اول تو یہ کہ جو شخص خطا سے معصوم نہ تھا اسکو معصوم حقیقی یا اُسکے قول پر عمل کرنے کے حق مین معصوم گمان کرلیا اور دوسری یہ کہ خیال کرلیا کہ اللہ تعالی نے مجھے اُسکے قول کو ماننے کا حکم کردیا اور میرا ذمہ اُسکی تقلید سے لگا ہوا ہے اور اسی جیسے مقلد کے بارہ مین یہ ارشاد خداوندی نازل ہوا ہی وانا علی آثارہم مقتدون اور پہلی ملتون کی تحریفین بھی اسی صورت کی تھین۔

پانچوان مسئلہ۔ علماء نے اختلاف کیا ہی فتوی دینے مین اُن روایات سے جو نادر اور متروک ہین۔ خزانۃ الروایات مین ہے کہ سراجیہ مین لکھا ہے کہ پھر فتوے مطلق امام ابوحنیفہ کے قول پر ہی پھر ابو یوسف کے قول پر پھر محمد بن حسن شیبانی کے قول پر پھر زفر بن ہذیل اور حسن بن زیاد کے قول پر۔ اور بعض نے کہا کہ جب امام اعظم ایک جانب ہون اور صاحبین ایک جانب تو مفتی کو اختیار ہی چاہے جس قول پر فتوی دیوے اور قول اول صحیح تر ہے بشرطیکہ مفتی مجتہد نہو

فلا یزال متفحصا عن السنة بقدر
الامکان فمتی ظهر حدیث یخالف
قوله نبذه واخذ بالحدیث والیه اشار
الائمة قال الشافعی رح اذا صح الحدیث
فهو مذهبی واذا رأیتم کلامی
یخالف الحدیث فاعملوا
بالحدیث واضربوا بکلامی
الحائط وقال مالک رح ما من احد
الا ومأخوذ من کلامه ومردود
علیه الا رسول الله صلی الله علیه وسلم
وقال ابو حنیفة رح لا ینبغی لمن
لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی وقال
احمد لا تقلدنی ولا تقلدن مالکا و
لا غیره وخذ الاحکام من حیث
اخذوا من الکتاب والسنة
والوجه الثانی ان یظن بفقیه انه
بلغ الغایة القصوی فلا یمکن
ان یخطی فمهما بلغه حدیث
صحیح صریح یخالف مقالته
لم یترکه او ظن انه لما قلده
کلفه الله بمقالته وکان
کالسفیه المحجور
علیه فاذا بلغه حدیث

تو یہ مقلد ہمیشہ جویا سنت کا رہے جہان تک ہو سکے
پس جب کوئی حدیث ظاہر ہو جو مخالف قول اُسکے مجتہد
کے ہو تو اُس قول کو چھوڑ دے اور حدیث پر عمل کرے
اور اسی بات کیطرف امامون نے اشارہ کیا ہے چنانچہ
امام شافعی نے کہا کہ جب حدیث ثابت ہو جاوے تو وہی
میرا مذہب ہے اور جب تم میرے کلام کو مخالف حدیث
کے دیکھو تو حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر
دے مارو ۔ اور امام مالک نے کہا کہ کوئی ایسا نہین جو
اپنے کلام کیوجہ سے ماخوذ نہو اور اُس کا قول اُسپر رد
نکیا جاوے بجز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ۔ اور
امام ابو حنیفہ نے کہا کہ جو شخص میری دلیل کو نہ جانتا ہو
اُس کو نہین چاہیئے کہ میرے کلام سے فتوی دے ۔
اور امام احمد نے کہا کہ تو نہ میری تقلید کر نہ مالک کی نہ
اور کسی کی اور احکام کو قرآن اور حدیث سے لے جہان
سے اُنھون نے لیئے ۔ اور تقلید حرام کی یہ صورت ہے
کہ کسی فقیہ کو گمان کرے کہ وہ علم مین نہایت کو
پہونچ گیا ہے ہو نہین سکتا کہ وہ خطا کرے تو ایسے
مقلد کو جب کوئی حدیث صحیح اور صریح پہونچتی ہے کہ
مخالف اُس فقیہ کے قول کے ہو تو اُسکے قول کو نہین چھوڑتا
یا یہ گمان کرے کہ جب مین نے اس فقیہ کی تقلید کی تو
اللہ تعالی نے اُسکا قول ماننے کا مجھے حکم کر دیا ایسے مقلد کا
حال ایسا ہی جیسا کم عقل آدمی اپنے مال مین تصرف کرنے سے
روک دیا جاتا ہے تو اگر اُس کو کوئی حدیث پہونچتی ہے

فی القنیۃ فی باب ما یتعلق بالمفتے
من النوادر قال رض والفتوے
فیما یتعلق بالقضاء علی قول
ابی یوسف لزیادۃ تجربتہ و
فی المضمرات ولا یجوز للمفتے ان
یفتی ببعض الاقاویل المهجورۃ
لجر منفعۃ لان ضرر ذلک فی
الدنیا والآخرۃ اتم واعم بل یختار
اقاویل المشائخ واختیارهم ویقتدی
بسیر السلف ویکتفی باحراز
الفضیلۃ والشرف فی القنیۃ
فی کتاب ادب القاضی فی
باب مسائل متفرقۃ مسئلۃ المسائل التی
یتعلق بالقضاء الفتوی فیها علی قول
ابی یوسف لانہ حصل لہ زیادۃ علم
بالتجربۃ وفی عمدۃ الاحکام من کشف
البزدوی یستحب للمفتے الاخذ بالرخص
تیسیرا علی العوام مثل التوضی بماء
الحمام والصلوٰۃ فی الاماکن
الطاهرۃ بدون المصلے وعدم الاحتراز
عن طین الشوارع فی موضع حکموا بطهارتہ فیها
ولا یلیق ذلک باهل العزلۃ بل الاخذ بالاحتیاط
والعمل بالعزیمۃ اولی بهم وفی القنیۃ ثم ینبغی للمفتے

قنیہ کے اُس باب مین جس مین مسائل نادر متعلقہ
مفتی مذکور ہین یہان کہا ہے کہ فتویٰ اُن مسائل مین
کہ متعلق فیصلہ مقدمات ہون امام ابو یوسف کے
قول پر ہے بوجہ اُنکے تجربہ کے زیادہ ہونیکے۔ اور مضمرات
مین ہے کہ مفتی کو درست نہین کہ بعض اقوال متروک
سے نفع لینے کی غرض سے فتوے دے کیونکہ اسکا
نقصان دنیا اور آخرت مین کامل تر اور عام تر ہے
بلکہ علما کے اقوال مختار اختیار کرے اور سلف کی
سیرتون کا اقتدا اور اسی فضیلت و شرف کو حاصل
کرنے پر اکتفا کرے۔ قنیہ کے کتاب ادب القاضی
کے باب مسائل متفرقہ مین یہ ایک مسئلہ مذکور ہے کہ
جو مسائل متعلق فیصلہ مقدمات ہین انمین فتوی
امام ابو یوسف کے قول پر ہے کیونکہ اُن کو تجربہ کے
سبب سے زیادہ واقفیت ہوگئی تھی۔ اور عمدۃ الاحکام
مین بزدوی کی کتاب کشف سے منقول ہے کہ مفتی
کو مستحب ہے کہ عوام پر آسانی کی غرض سے رخصتوں
پر فتوی دے مثلاً حمام کے پانی سے وضو کرنا اور
پاک جگہون مین بدون جانماز کے نماز پڑھنے
اور سڑکون کے گارے سے پرہیز نکرنا ایسے
مقام پر جہان کے گارے کو علما پاک ہونے کا حکم دیتے ہیں
اور یہ رخصت گوشہ نشینون کے لائق نہین بلکہ
انکے حق مین بہتر ہے کہ احتیاط پر کاربند ہون اور
عزیمت پر عمل کرین۔ اور قنیہ مین ہے کہ پھر مفتی کو چاہیے

لانہ کان اعلم زمانہ حتی
قال الشافعی الناس کلہم
عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ فی المضمرات
وقیل اذا کان ابو حنیفۃ رح فی جانب
وابو یوسف رح ومحمد رح فی جانب
فالمفتی بالخیار ان شاء اخذ
بقولہ وان شاء اخذ بقولہما وان
کان احدہما مع ابی حنیفۃ یاخذ
بقولہما البتۃ الا اذا اصطلح المشائخ
الاخذ بقول ذلک الواحد فیتبع اصطلاحہم
کما اختار الفقیہ ابو اللیث قول زفر فی
قعود المریض للصلوٰۃ انہ یقعد کما
یقعد المصلی فی التشہد لانہ ایسر
علی المریض وان کان قول اصحابنا
ان یقعد المریض فی حال القیام متربعا او
محتبیا لیکون فرقا بین القعدۃ والقعود
الذی ہو فی حکم القیام ولکن ہذا یشق
علی المریض لانہ لم یتعود ہذا القعود وکذلک
اختاروا تضمین الساعی اذا سعی الی
السلطان بغیر اذن وہذا قول زفر رح سدا
لباب السعایۃ وان کان قول اصحابنا لا یجب الضمان
لانہ لم یتلف علیہ مالا ویجوز للمشائخ ان یاخذوا
بقول واحد من اصحابنا عملا بمصلحۃ الزمان

کیونکہ امام اعظم اپنے وقت کے بڑے عالم تھے حتی کہ امام
شافعی نے کہا ہی کہ سب آدمی فقہ مین ابو حنیفہ کے تربیت
یافتہ ہین ۔ مضمرات مین ہے کہ بعض علما کا قول یہ ہی کہ
جب ابو حنیفہ ایک طرف ہون اور ابو یوسف اور محمد ایک طرف
تو مفتی کو اختیار ہے اگر چاہے امام کے قول کو لے اور اگر
چاہے صاحبین کا قول لے اور اگر صاحبین مین سے ایک امام کے
ساتھ ہو تو یقینا انھین دو کا قول لے مگر جس صورت مین کہ
علما نے اُس ایک کے قول کو لینا مصلحت جانا ہو تو مفتی بھی
اُن کی مصلحت کی پیروی کرے جیسے فقیہ ابو اللیث نے
مریض کے بیٹھکر نماز پڑھنے مین امام زفر کا قول اختیار کیا
ہی کہ مریض اس طرح بیٹھے جیسے نمازی التحیات مین بیٹھتا
ہی کیونکہ یہ بیٹھنا مریض پر زیادہ آسان ہی اگرچہ دوسرے
ہمارے ائمہ کا یہ قول ہی کہ مریض قیام کے عوض پالتی مارکر
یا گوٹ مار کر بیٹھے تاکہ قیام کے بدلے بیٹھنے اور التحیات کے
بیٹھنے مین فرق ہو جائے لیکن اس طرح بیٹھنا مریض پر
دشوار ہی اسلیئے کہ اُسکو اس بیٹھک کی عادت نہین پڑی
اور اسی طرح علما نے چغلخور سے تاوان لینا پسند کیا ہی جس
صورت مین کہ بادشاہ سے لسنے چغلی بدون حکم سلطانی
کھائی ہو یہ قول بھی امام زفر کا ہی اس مصلحت کے لیے کہ
چغلی کا باب بند ہو جائے اگرچہ ہمارے باقی ائمہ کا قول
یہ ہی کہ تاوان لینا واجب نہین کیونکہ چغلخور نے اُس کا
کوئی مال تلف نہین کیا ۔ اور علما کو درست ہے کہ ہمارے ائمہ مین سے
ایک کا قول کسی مصلحت وقت پر عمل کرنیکی وجہ سے اختیار کرین

لا يصح ويعزر الفقيه وفي
التحفة شرح المنهاج نقل
العراقي في الاجماع على
تخيير المقلد بين قولي امامه
اي على جهة البدل لا الجمع اذا
لم يظهر ترجيح احدهما وكانه
اراد اجماع ائمة مذهبه كيف
ومقتضى مذهبنا كما قاله
السبكي منع ذلك في القضاء
والافتاء دون العمل
لنفسه وبه يجمع بين
قول الماوردي يجوز
عندنا وانتصر الغزالي
كما يجوز لمن
اداه اجتهاده
الى تساوي جهتين ان
يصلي الى ايهما
شاء اجماعا
وقول الامام يمتنع انكانا
في حكمين
متضادين كايجاب وتحريم
بخلاف نحو خصال
الكفارة واجري السبكي ذلك

تو اُسکا حکم صحیح نہو گا اور اُس عالم کو سزا دیجائیگی اور
تحفہ یعنی شرح منہاج مین ہے کہ عراقی نے اجماع
نقل کیا ہے مقلد کے اختیار کرنے پر اپنے امام کے
دو قولون کو یعنی کبھی ایک کو کبھی دوسرے کو نہ یہ نہین
کہ دونون کو ایک ساتھ لے اور ایک کو بھی بدل کے طور
پر اُس صورت مین ہے کہ ترجیح ایک کی دوسرے پر ظاہر نہو
اور شاید عراقی نے اجماع سے اپنے مذہب کے ائمہ کا
اجماع مراد لیا ہی کیونکہ ہمارے مذہب کا مقتضا تو
سبکی کے قول کے بموجب اس اختیار کی ممانعت ہے
فیصلہ مقدمات اور فتوی دینے مین نہ اپنے آپ
عمل کرنے مین اور یہی سے (یعنی اختیار قولین اپنے
حق مین ممنوع نہین قضا اور افتا مین منع ہی) مطابقت
ہوتی ہے ماوردی اور امام کے قولین کہ ماوردی
کہتا ہے کہ اختیار قولین ہمارے نزدیک جائز نہین
جیسا اُس شخص کو جسکی اٹکل مین دو طرفین قبلہ ہونے مین
برابر ہون جائز ہے کہ جونسی طرف کو اُن دونون
مین سے چاہے بالاتفاق نماز پڑھ لے اور امام
غزالی ماوردی کے قول کی اعانت کی ہے۔
اور امام کا قول یہ ہے کہ اختیار قولین مقلد کو
منع ہی اگر دونون قول دو حکمون ضد یکدیگر مین ہون
مثلا ایک واجب ہو نہین ہوا اور دوسرا حرام ہو نہین
بخلاف کفارہ کی سی باتون کے کہ انمین منع نہین۔ اور
سبکی نے اختیار قولین اپنے حق مین عمل کرنیکے جواز کو

ان یفتی الناس بما هو اهون علیهم
کما ذکره البزدوی فی شرح الجامع
الصغیر ینبغی للمفتی ان یاخذ بالایسر
فی حق غیره خصوصا فی حق الضعفاء
لقوله علیه الصلوٰة والسلام لابی موسیٰ
الاشعری ومعاذ حین بعثهما الی الیمن
یسرا ولا تعسرا وفی عمدة الاحکام فی
کتاب الکراهیة سؤر الکلب والخنزیر
نجس خلافا لمالک وغیره ولو افتی
بقول مالک جاز وفی القنیة فقیه
یفتی بمذهب سعید بن المسیب ویزوج
للزوج الاول لمطلقة مطلقة بثلاث
تطلیقات کما کانت ویعزر الفقیه
وفقیه یحتال فی الطلقات الثلاث ویاخذ
الرشوة بذلک ویزوجها للاول بدون
دخول الثانی هل یصح النکاح
وما جزاء من یفعل ذلک قالوا یسود وجهه
فی الفتاوی الاعتمادیة من الفتاوی
السمرقندی ان سعید بن المسیب رجع عن قوله
ان دخول المحلل لیس بشرط
فی التحلیل ولو
قضی به قاض لا ینفذ قضاءه
ولو حکم به فقیه

کہ لوگون کو ایسی بات کا فتوی دے جو اُن کے حق مین زیادہ آسان
ہو جیسے بزدوی نے شرح جامع صغیر مین بیان کیا ہے کہ
مفتی کو مناسب ہے کہ فتوے مین ایسا قول اختیار کرے
جو دوسرے کے حق مین خصوصا کمزورون کے حق مین
آسان تر ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ
اشعری اور معاذ بن جبل کو جب یمن کی طرف روانہ کیا تو
ارشاد فرمایا کہ تم دونون آسانی کیجیو تنگی مت کیجیو۔ اور
عمدة الاحکام کے کتاب الکراہیت مین ہے کہ جھوٹا کتے اور
سور کا ناپاک ہے اور اس مین امام مالک وغیرہ کا اختلاف ہے
اور اگر مفتی نے امام مالک کے قول پر فتوی دیا تو درست ہے
اور قنیہ مین ہے کہ ایک عالم سعید بن مسیب کے مذہب کے موافق فتوے
دیتا ہے اور تین طلاق دی ہوئی عورت کا نکاح شوہر اول سے
کرتا ہے تو وہ عورت جون کی تون تین طلاق دی ہوئی رہیگی
اور اس عالم کو سزا دیجائیگی ۔ اور ایک عالم تین طلاقون مین
حیلہ کرتا ہے اور اس بہانہ سے رشوت لیتا ہے اور عورت
کو شوہر اول سے بدون دوسرے شوہر کی صحبت کے نکاح
کرتا ہے تو یہ نکاح درست ہے یا نہین اور جو ایسا کرے اسکی
سزا کیا ہے تو علما نے کہا کہ ایسے عالم کا مونھ کالا کر کے نکالا
جائے۔ فتاوی اعتمادیہ مین فتاوی سمرقندی سے منقول ہے
کہ سعید بن مسیب نے اپنے اس قول سے (کہ عورت کو شوہر اول
کے لیئے حلال کرنے مین صحبت دوسرے شوہر کی شرط نہین)
رجوع کر لیا ہے تو اب اگر کوئی قاضی اُنکے قول کے موجب حکم دیگا تو
حکم نافذ نہ ہوگا اور اگر کوئی عالم اُس کے موجب حکم کریگا

يعتمد على فتواه فكان معذورا
فيما صنع وان كان المفتي
مخطيا فيما افتى وان لم يستفت
ولكنه بلغه الحديث وهو قوله
صلى الله عليه وآله وسلم افطر
الحاجم والمحجوم وقوله عليه
الصلوة والسلام الغيبة
تفطر الصائم ولم يعرف النسخ
ولا تاويله لا كفارة عليه
عندهما لان ظاهر الحديث واجب
العمل به خلافا لابي يوسف لانه
ليس للعامي العمل بالحديث لعدم
علمه بالناسخ والمنسوخ ولو لمس
امرأة او قبلها بشهوة
او اكتحل فظن ان ذلك يفطر ثم
افطر عليه الكفارة الا اذا استفتى
فقيها فافتاه بالفطر او بلغه خبر
فيه ولو نوى الصوم قبل الزوال
ثم افطر لم يلزمه الكفارة
عند ابي حنيفة خلافا لهما
كذا في المحيط
وقد علم من هذا ان من ذهب
العامي

اس کے فتوے پر اعتماد رکھتا ہو تو اس صورت مین
عامی مذکور اپنے فعل مین معذور ہوگا گو مفتی نے
اپنے فتوی مین خطا کی ہو۔ اور اگر اسنے عالم سے فتویٰ
نہین لیا لیکن اسکو حدیث پہونچی تھی یعنی یہ ارشاد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جو پچھنون سے خون
نکالے اور جو نکلواوے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے
اور یہ ارشاد کہ غیبت روزہ دار کا روزہ توڑتی ہے اور
عامی مذکور نے نہ ان حدیثوں کا منسوخ ہونا جانا نہ انکے
معانی مقصودہ اسکو معلوم ہوئے تو امام صاحب اور محمدؒ
کے نزدیک اسپر کفارہ نہوگا کیونکہ عمل کرنا حدیث کے
ظاہر معنی پر واجب ہے ابو یوسف اسکے خلاف کہتے ہین
اسلئے کہ عامی کو حدیث پر عمل کرنا جائز نہین کہ وہ
ناسخ اور منسوخ سے واقف نہین۔ اور اگر روزہ دار نے
شہوت سے عورت کو ہاتھ لگایا یا اسکا بوسہ لیا اسی
طرح یا اپنی آنکھ مین سرمہ ڈالا اور گمان کیا کہ یہ حرکت
روزہ توڑتی ہے پھر دانستہ افطار کر لیا تو اسپر کفارہ
لازم ہوگا مگر جس صورت مین کہ کسی عالم سے مسئلہ
پوچھا اور اسنے روزہ جاتا رہنے کا حکم دیا یا اسنے اسکے
اس لئے کوئی حدیث سنی تو کفارہ نہوگا۔ اور اگر کسی
نے زوال سے پیشتر نیت روزہ کی کی پھر روزہ توڑ
ڈالا امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسکو کفارہ لازم
نہوگا اور صاحبین کے نزدیک کفارہ ہوگا ایسا ہی
ہی محیط مین اور اس سے معلوم ہوا کہ عطا کا مذہب

وتبعوه فی العمل بخلاف المذاهب الاربعة
ای مما عملت بسنة لمن یجوز تقلیده
وجمیع شروطه عنده وحمل علی
ذلک قول ابن الصلاح لا یجوز تقلید
غیر الائمة الاربعة ای فی قضاء
وافتاء ومحل ذلک وغیره
من صور التقلید مالم یتتبع الرخص
بحیث تحل ربقة التقلید عن عنقه
والا اثم به بل قیل فسق
وهو وجیه قیل ومحل ضعفه
ان یتتبعها من المذاهب
المدونة والا فسق قطعا انتهی

فصل فی العامی

اعلم ان العامی الصرف لیس
له مذهب معین وانما
مذهبه فتوی المفتی فی
البحر الرائق لو احتجم او اغتاب فظن
انه یفطره ثم اکل ان لم یستفت فقیها
ولا بلغه الخبر فعلیه الکفارة لانه مجرد
جهل وانه لیس بعذر فی دار الاسلام وان
استفتی فقیها فافتاه لا کفارة علیه لان
العامی یجب علیه تقلید العالم اذا

اوس شخص مجتہد کے لیئے جاری کیا ہی جسکی تقلید درست ہو اور تمام
شرائط اجتہاد کی اوس مین موجود ہون اور لوگون نے عمل
خلاف چارون مذہب کے کرنے مین سبکی کا اتباع کیا ہی
یعنے اوس جنس کے اعمال ہین کہ مطابق حدیث کو عمل مین
آوین اور ابن صلاح کا یہ قول کہ تقلید چارون اماموں کے
سوا دوسرے کی جائز نہین اسی پر محمول ہی کہ حکم قاضی اور مفتی
مین جائز نہین اور اسکا اور تقلید کی دوسری صورتونکا موقع
اوسوقت تک ہی کہ مقلد رخصتون کی جستجو ایسی طرح نہ کرے
تقلید کا پھندا اسکی گردن سے کھلجا دے ورنہ تلاش رخصتون
کے سبب سے گنہگار ہوگا بلکہ قول ضعیف یہ ہی کہ فاسق ہوگا
اور یہ قول موجہ ہی اور بعض علما نے کہا کہ موقع قول ضعیف کا
یہ ہی کہ رخصتون کی جستجو ان مذہبون قلمبند سے کرے ورنہ
یقینا فاسق ہوگا تمام ہوا قول صاحب تحفہ کا ۔

چوتھی فصل ۔ عامی کے بیان مین ۔

معلوم کرنا چاہیئے کہ نرے عامی کا کوئی مذہب معین نہین
بلکہ اوسکا مذہب مفتی کا فتوے ہوتا ہی ۔ بحر الرائق مین ہے
کہ اگر روزہ والے نے پچھنے لگوائے یا کسی کی غیبت کی اور گمان
کیا کہ یہ حرکت روزہ توڑتی ہی پھر اوسنے دانستہ کھا لیا تو اگر
اوسنے کسی عالم سے نہین پوچھا تھا اور نہ اوسکو حدیث پہونچی
تھی تو اوسپر کفارہ واجب ہوگا کیونکہ صرف جہالت ہی ہی
اور دار الاسلام مین نجاننا عذر نہین ہو سکتا اور اگر کسی عالم
سے حکم پوچھا تھا اور عالم نے افطار کا فتوی دیا تھا تو اوسپر کفارہ
لازم نہ اویگا کیونکہ عامی کو عالم کی تقلید واجب ہی جبکہ

لم یلزمه بمجرد افتائه اذ له ان
یسأل غیره وحینئذ فقد
یخالفه فیجیء فیه الخلاف
فی اختلاف المفتیین اما اذا وقعت
له حادثة غیر تلک فلا صح
انه یجوز له ان یستفتی فیها
غیر من استفتاه فی الحادثة
السابقة وقطع الکیا الهراسی
بانه یجب علی العامی ان یلتزم
مذهبا معینا واختار فی
جمع الجوامع انه یجب ذلک
ولا یفعله بمجرد التشهی بل یختار
مذهبا یقلده فی کل
شیء یعتقده ارجح او مساویا
لغیره لا مرجوحا وقال النووی
الذی یقتضیه الدلیل انه
لا یلزمه التمذهب بمذهب
بل یستفتی من شاء لکن
من غیر تلقط للرخص ولعل
من منعه لم یثق بعدم
تلقطه واذا التزم مذهبا
معینا فیجوز له الخروج عنه
علی الاصح

تو اُس پر حکم مفتی اول کا بمجرد اُس کے فتوی دینے کے
لازم نہو گا کیونکہ اُس کو جائز ہے کہ دوسرے سے حکم دریافت
کرے اور اس صورت مین کبھی دوسرا مفتی پہلے کے خلاف
کہیگا تو اس حکم مین خلاف دو مفتیون کے اختلاف کی
صورت مین ہو جائیگا - لیکن جس صورت مین کہ عامی کو
کو دوسرا حادثہ سوائے اول کے پیش آوے تو صحیح تر یہ
ہے کہ اُس کو درست ہو کہ اس دوسرے حادثے مین
فتوے اُس شخص کے سوا جس سے پہلے حادثہ مین پوچھا
تھا دوسرے سے دریافت کرے - اور کراسی نے قطعا کہا
ہو کہ عامی کے ذمہ واجب ہو کہ کسی مذہب معین کا التزام
کرے اور جمع الجوامع مین اسبات کو پسند کیا ہے کہ
التزام مذہب معین واجب ہے اور اس التزام کو صرف
خواہش نفس کے لیے نکرے بلکہ کوئی سا مذہب پسند
کرلے کہ ہر چیز مین اُس کی تقلید کرے جس کو راجح تر یا
دوسرے کے برابر سمجھے مغلوب اور کم نجانے — اور
نووی نے کہا ہے کہ جس بات کو دلیل چاہتی ہی
وہ یہ ہے کہ عامی کو مذہب معین اختیار کرنا لازم
نہین بلکہ جس عالم سے چاہے فتوے دریافت کرلے
لیکن یہ نہو کہ رخصتین چھننے لگے اور شاید جس نے
عامی کو ہر عالم سے فتوے لینے کو منع کیا ہے اُس نے
اُس کی رخصتین چھننے پر اعتماد نہین کیا - اور جس صورت
مین کہ عامی مذہب معین کا التزام کرلے تو اُسکو اُس
مذہب سے نکلنا بموجب قول صحیح تر کے درست ہے

فتوی مفتیه وفیه ایضا فی باب
قضاء الفوائت عند قوله ویسقط
لضیق الوقت والنسیان انکان عامیا
لیس له مذهب معین فمذهبه فتوی
مفتیه کما صرحوا به فان افتی حنفی
اعاد العصر والمغرب وان افتاه
شافعی فلا یعیدهما ولا عبرة لرأیه
وان لم یستفت احدا وصادف الصحة
علی مذهب مجتهد اجزاه ولا اعادة علیه
فی شرح منهاج البیضاوی
لابن امام الکاملیة فاذا وقعت
لعامی حادثة فاستفتی فیها
مجتهدا او عمل فیها بفتوی ذلک
المجتهد فلیس له الرجوع عنه الی
فتوی غیره فی تلک الحادثة بعینها
بالاجماع کما نقله ابن الحاجب وغیره
وفی جمع الجوامع الخلاف فیه
وان کان قبل العمل فقال النووی
المختار ما نقله الخطیب
وغیره انه ان لم یکن هناک
مفتی اخر لزمه بمجرد فتواه
وان لم تسکن نفسه وان کان
هناک اخر

اُس کے مفتی کا فتوی ہوتا ہی — اور نیز بحر الرائق کے باب
قضاء الفوائت مین مؤلف کے اس قول کے پاس کہ ترتیب
وقت کی تنگی اور بھولنے سے جاتی رہتی ہی مذکور ہے کہ اگر
مقلد عامی ہو تو اُسکا کوئی مذہب معین نہین اُس کا مذہب
اُسکے مفتی کا فتوی ہی جیسا کہ علما نے اس کی تصریح کی ہی
تو اگر کسی حنفی نے فتوی دیا ہو تو نماز عصر اور مغرب کو دوبارہ
پڑھے اور اگر کسی شافعی نے فتوی دیا ہو تو دونون
نمازون کا اعادہ نہ کرے اور خود اُس کی رائے کا کچھ
اعتبار نہین اور اگر کسی سے فتوی نہین پوچھا اور کسی
مجتہد کے مذہب کے موافق نماز درست ہوگئی تو یہی اُس کو
کافی ہوگی دوبارہ پڑھنا واجب نہوگا تمام ہوا قول بحر
الرائق کا — اور بیضاوی کی منہاج کی شرح مؤلفہ ابن
امام کاملیہ مین ہی کہ جب عامی کو کوئی حادثہ پیش آوے
اور اُس مین کسی مجتہد سے فتوی دریافت کرکے اُس مجتہد
کے فتوی کے موافق اُس حادثہ مین عمل کرلے تو اُسکو اُس
حادثہ خاص مین اُس مجتہد کے حکم سے دوسرے مجتہد کے فتوی
کی طرف بالاجماع رجوع کرنا جائز نہین چنانچہ ابن حاجب اور
دوسرے علما نے اسکو لکھا ہے اور جمع الجوامع مین اس بارہ
مین خلاف ہی — اور اگر عمل کرنے سے پہلے رجوع کرنا چاہے
تو نووی نے کہا کہ مختار وہ صورت ہی کہ خطیب وغیرہ نے
لکھی ہے کہ اگر وہان کوئی دوسرا مفتی نہو تو اُس پر عمل کرنا
بمجرد مفتی کے فتوی دینے کے لازم ہوگا اگرچہ اُس کے
دل کا اطمینان نہو اور اگر وہان کوئی دوسرا مفتی بھی ہو

انه كان يقول اذا صح الحديث فهو
مذهبي وفي رواية اذا رأيتم كلامي
يخالف الحديث فاعملوا بالحديث واضربوا
بكلامي الحائط وقال يوما للمزني يا
ابراهيم لا تقلدني في كل ما اقول
وانظر في ذلك لنفسك
فانه دين وكان رحمة الله
عليه يقول لا حجة في قول
احد دون رسول الله صلى
الله عليه وآله وسلم
وان كثروا ولا في قياس و
لا في شيء ما وعليكم
بالاطاعة لله ورسوله بالتسليم
وكان الامام احمد يقول ليس
لاحد مع الله ورسوله كلام
وقال ايضا لرجل لا تقلدني ولا
تقلدن مالكا ولا الاوزاعي ولا النخعي
ولا غيرهم وخذ الاحكام من
حيث اخذوا من الكتاب والسنة
ثم نقل عن جماعة عظيمة من علماء المذاهب
انهم كانوا يعملون ويفتون بالمذاهب من غير
التزام مذهب معين من زمن اصحاب
المذاهب الى زمانه على وجه

کہ وہ کہا کرتے کہ جب حدیث ثابت ہو جاے تو وہی
میرا مذہب ہی اور ایک روایت مین یہ ہی کہ جب تم
میرے کلام کو دیکھو کہ حدیث کے مخالف ہی تو حدیث
پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پہ مارو اور ایک روز
مزنی سے کہا کہ اے ابراہیم جو کچھ مین کہون تو ہر بات
مین میری تقلید مت کر بلکہ تقلید کرنے مین اپنی
نجات کا فکر ملحوظ رکھ کہ یہ دین ہے اور یہ بھی آپ
کہا کرتے کہ کسی کے کلام مین حجت نہین سوا ے نبی صلعم کے
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے اگرچہ کہنے والے بہت
ہون اور نہ کسی قیاس مین اور نہ کسی دوسری چیز مین
حجت ہی اور تمکو لازم ہی کہ فرمانبرداری خدا تعالیٰ
اور اُسکے رسول کی انقیاد کے ساتھ بجا لاؤ۔ اور
امام احمد رح کہا کرتے کہ کسی کو حکم خدا اور اُسکے رسول
کے ساتھ کلام کی گنجایش نہین اور نیز ایک شخص سے
آپنے کہا کہ تو نہ میری تقلید کر نہ مالک کی نہ اوزاعی
کی نہ نخعی کی نہ اُنکے سوا کسی اور کی اور احکام کو اُسی
جگہ سے حاصل کر جہان سے قرآن و حدیث مین سے
اُن لوگون نے حاصل کیے تمام ہوا بیان عبدالوہاب کا
پھر عبدالوہاب نے علماء مذاہب کی بڑی جماعت کا
حال بیان کیا ہی کہ ائمہ مذاہب کے وقت سے لیکر
عبدالوہاب کے وقت تک اُنکا دستور یہ تھا کہ مذاہب کے
بموجب عمل کرتے تھے اور فتوی دیتے تھے بدون اس کے
کہ کسی مذہب معین کا التزام ہو اور یہ بات اسی طرح کیا ہی

وفی کتاب زبد لابن رسلان
والشافعی ومالك ونعمان
واحمد بن حنبل وسفیان
وغیرهم من سائر الائمة
علی هدی والاختلاف رحمة
وفی شرح غایة البیان لو اختلف جواب مجتهدین
متساویین فالاصح للمقلد ان یتخیر بقول
من شاء منهما وقد مر فی التحفة فی هذه المسئلة

باب ۵ وهذا الذی ذکرناه من الامر
بین الامرین هو الذی مشی علیه
جماهیر العلماء من الاخذین
بالمذاهب الاربعة ووصی به ائمة
المذاهب اصحابهم قال الشیخ عبد الوهاب
الشعرانی فی الیواقیت والجواهر روی
عن ابی حنیفة انه کان یقول لا ینبغی لمن لم
یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی وکان رض اذا افتی
یقول هذا رأی النعمان بن ثابت یعنی نفسه
وهو احسن ما قدرنا علیه فمن جاء باحسن منه فهو
اولی بالصواب وکان الامام مالك یقول
ما من احد الا وما خوذ من کلامه
ومردود علیه الا رسول الله صلی
الله علیه وسلم وروی الحاکم
والبیهقی عن الشافعی

اور کتاب زبد بن رسلان مین دو شعر ہین جنکا ترجمہ
یہ ہے بو حنیفہ اور مالک شافعی ✤ احمد بن حنبل
اور سفیان بھی ✤ اور ائمہ باقی حق پر ہین تمام
✤ اختلاف انُ کا ہے رحمت والسلام ✤ اور اِس
کتاب کی شرح غایۃ البیان مین ہی کہ اگر برابر کے
دو مجتہدون کا جواب مختلف ہو تو صحیح تر یہ ہی کہ مقلد
کو جائز ہی کہ ان دونون مین سے جسکا قول چاہی پسند کری
اور اس مسئلہ مین جو مضمون تحفہ مین تھا پیشتر گذر چکا۔

پانچوان باب۔ تقلید مین اعتدال رکھنے کے بیان

اور یہ جو ہم نے التقلید کا حال لکھا کہ افراط اور تفریط
کے درمیان ہی یہ وہ طریق ہے جسپر جمہور علما چارون
مذہب کے پابند چلے ہین اور مذہب کے ائمہ نے اپنے شاگردون
کو اسی کی وصیت کی ہے چنانچہ شیخ عبد الوہاب شعرانی
نے یواقیت وجواہر مین بیان کیا ہی کہ امام ابو حنیفہ رح
سے مروی ہے کہ یون کہا کرتے کہ جس شخص کو میری دلیل
معلوم نہین اسکو نہین چاہیے کہ میرے کلام سے فتوی
دے اور جب آپ فتوی دیتے تو یون کہتے کہ یہ تجویز نعمان بن
ثابت کی یعنی میری ہے اور جسقدر ہمکو معلوم تھا سبمین
سب سے اچھی ہے تو اگر کوئی شخص اس سے بھی بہتر کہے تو
اس کا قول زیادہ صواب ہوگا۔ اور امام مالک رح کہا
کرتے کہ کوئی ایسا نہین جو اپنی گفتگو کی وجہ سے ماخوذ نہو
اور اسکا کلام اسپر رد نہ کیا جاوے بجز رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے۔ اور حاکم اور بیہقی نے امام شافعی سے روایت کیا ہے

وذهب قوم الى انه يلزمها الخروج مع
جماعة النساء وهو قول مالك والشافعي
والاول اولى بظاهر الحديث قال
البغوي في حديث بروع بنت
واشق قال الشافعي رحمة الله عليه
فان كان ثبت حديث بروع بنت
واشق فلا حجة في قول احد
دون النبي صلى الله عليه وآله وسلم
فقال مرة عن معقل بن يسار
مرة عن معقل بن سنان ومرة
عن بعض اشجع وان لم يثبت فلا
مهر لها ولها الميراث انتهى
وقال الحاكم بعد حكاية قول الشافعي
ان صح حديث بروع بنت واشق
قلت به ان بعض مشائخه قال لو
حضرت الشافعي لقمت على رؤس اصحابه
وقلت قد صح الحديث فقل به انتهى
قول الحاكم وهكذا توقف
الشافعي في حديث بريدة الاسلمي
في اوقات الصلوة
وصح الحديث عند مسلم
فرجع جماعات من المحدثين
وهكذا في المعصفر

اور کچھ علما اس طرف گئے ہین کہ اُس عورت کو
عورتون کے ساتھ سفر کرنا حج کے لیئے لازم ہے اور
امام مالک اور شافعی رح کا یہی قول ہے اور قول اوّل
اولی ہے بوجہ موافقت ظاہر حدیث کے- نیز بغوی نے
حدیث بروع بنت واشق کے بارہ مین ذکر کیا کہ امام
شافعی رح نے کہا ہے کہ اگر حدیث بروع بنت واشق
کی ثابت ہے تو کسی کے قول مین بجز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کے حجت نہین اس حدیث کی سند مین اضطراب ہے کہ
راوی کبھی کہتا ہے معقل بن یسار سے اور کبھی معقل بن
سنان سے اور کبھی بعض اشجع سے اور اگر حدیث مذکور
ثابت نہین تو ایسی عورت کو مہر نملیگا اور شوہر سے
میراث پاویگی بغوی کا قول تمام ہوا-
اور حاکم نے اوّل قول امام شافعی کا نقل کیا کہ اگر
حدیث بروع بنت واشق کی صحیح ہو تو مین اُسکا قائل
ہو جاؤن اُسکے بعد کہا کہ میرے بعض اساتذہ نے
کہا تھا کہ اگر مین امام شافعی کے پاس ہوتا تو اُنکے
شاگردونکے مجمع کے سامنے کھڑا ہو کر اُنسے کہتا کہ
حدیث بروع کی صحیح ہو چکی اب آپ اُس کے قائل ہو جیے
حاکم کا قول ختم ہوا- اور اسی طرح امام شافعی
نے بریدہ اسلمی کی حدیث مین توقف کیا جو نماز کے
اوقات کے بارہ مین ہے اور حدیث مذکور مسلم کے نزدیک
صحیح ٹھری اسلیے بہت سے محدثین کی جماعتون نے
توقف سے رجوع کیا- اور اسیطرح کسم کے رنگے ہوئے

يقتضي كلامه ان ذلك امر لم يزل العلماء عليه قديما وحديثا حتى صار بمنزلة المتفق عليه فصار سبيل المسلمين الذي لا يصح خلافه ولا حاجة لنا بعد ما ذكره وبسطه الى نقل الاقاويل ولكن لا باس ان نذكر بعض ما نحفظه في هذه الساعة قال البغوي في مفتتح شرح السنة واني في اكثر ما اورده تبع في عامته متبع الا القليل الذي لاح لي بنوع من الدليل في تاويل كلام محتمل او ايضاح مشكل او ترجيح قول على اخر وقال في باب الدعاء الذي يستفتح به الصلوة بعد ما ذكر التوجيه وسبحانك اللهم وقد روي غير هذا من الذكر في افتتاح الصلوة فهو من الاختلاف المباح فبايها استفتح جاز وقال في باب المراة لا تخرج الا مع محرم وهذا الحديث يدل على ان المراة لا يلزمها الحج اذا لم تجد رجلا ذا محرم يخرج معها وهو قول النخعي والحسن البصري وبه قال الثوري واحمد واسحاق واصحاب الرأي

کہ اس کا کلام اس بات کو مقتضی ہی کہ یہ بات ایسی ہے کہ علماء سلف اور حال کے ہمیشہ سے اسی پر ہین یہانتک کہ یہ بات گویا متفق علیہ ہو اور مسلمانون کی راہ ٹھہر گئی کہ اس کے خلاف کرنا درست نہین اور چونکہ عبدالوہاب نے اس بیان کا ذکر بسط کے ساتھ کیا ہی تو ہمکو اقوال علما اسباب مین نقل کرنیکی ضرورت نہین لیکن اسوقت جو کچھ ہمکو یاد ہی اُسمین سے کسیقدر ذکر کرنے کا مضائقہ نہین۔ بغوی نے شرح السنہ کے شروع مین کہا ہی کہ مین اپنے اکثر بیان بلکہ سب بیانین دوسرون کا تابع ہون بجز مقدار قلیل کے کہ مجکو کسی کلام محتمل کے باب مین کسی قسم کی دلیل سے سوجھی ہے یا لفظ مشکل کے واضح کرنے یا ایک قول کو دوسرے پر ترجیح دینے مین حیطہ تحریر مین آئی۔ اور شرح السنہ کے اس باب مین جسمین وہ دعائین ہین جنسے نماز شروع کیجاتی ہے اول انی وجہت الخ اور سبحانک اللہم الخ ذکر کیا اور پھر کہا کہ حدیث مین نماز کے شروع مین ان کے سوا اور ذکر بھی مروی ہین اور یہ کیسی طرح کا ذکر مباح اختلاف کی قسم کا ہے جونسے ذکر سے نمازی نماز شروع کریگا جائز ہوگا۔

اور اس باب مین جسکا عنوان یہ حدیث ہے کہ عورت بدون محرم کے ساتھ لیئے سفر نہ کرے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ عورت کو حج کرنا لازم نہین اس صورت مین کہ اس کو کوئی مرد محرم ایسا میسر نہو کہ عورت مذکورہ کے ہمراہ جاوے اور نخعی اور حسن بصری کا یہ قول ہی اور ثوری و احمد و اسحق اور صحاب الرای بھی اسکے قائل ہین

والاذعان للحق احق من المراء انتهى
كلام الزمخشری وهذا الجنس من
مواخذات العلماء على ائمتهم لاسيما مواخذات
المحدثين اكثر من ان يحصى وقد حكى لی شيخی الشيخ
ابوطاهر الشافعی عن شيخه الشيخ
حسن العجيمی الحنفی انه كان يامرنا
ان لا نشدد على نسائنا فی النجاسة
القليلة لما فی ذلک من الحرج الشديد
ويامرنا ان ناخذ فی ذلک بمذهب ابی حنيفة
فی العفو عما دون الدرهم وكان
شيخنا ابوطاهر يرتضی هذا القول
ويقول به فی الانوار انما يحصل
اهلية الاجتهاد بان يعلم امورا الاول
كتاب الله تعالى ولا يشترط العلم بجميعه
بل بما يتعلق بالاحكام ولا يشترط حفظه
بظهر القلب الثانی سنة رسول الله صلى
الله عليه واله وسلم ما يتعلق بالاحكام
لا جميعها ويشترط ان يعرف منها الخاص والعام
والمطلق والمقيد والمجمل والمبين والناسخ
والمنسوخ ومن السنة المتواتر والاحاد والمرسل
والمسند والمتصل والمنقطع وحال الرواة
جرحا وتعديلا الثالث اقاويل علماء
الصحابة فمن بعدهم

اور حق بات کو مان لینا جھگڑے کی نسبت بہتر
ہے تمام ہوئی تقریر زمخشری کی - اور علما کی اس قسم
کی گرفتین اپنے اماموں پر خصوص محدثوں کی
گرفتین حد شمار سے زیادہ ہین - اور مجھسے میرے استاد
علامہ ابو طاہر شافعی نے اپنے استاد شیخ حسن عجیمی
حنفی سے نقل کی کہ وہ ہمکو فرماتے کہ ہم اپنی عورتون پر
تھوڑی سی نجاست کے بارہ مین تشدد نہ کرین کیونکہ
بڑی دقت ہوتی ہے اور ہمکو یہ بھی فرماتے کہ اس بارہ
مین امام ابو حنیفہ کا مذہب اختیار کرین کہ نجاست
درہم سے کمتر معاف ہے اور ہمارے استاد ابو طاہر شیخ
حسن کے اس قول کو پسند کرتے تھے اور اسی پر عامل تھے
انوار مین مذکور ہے کہ اجتہاد کی لیاقت کئی باتوں کے
جاننے پر منحصر ہے - اول قرآن شریف کا جاننا اور
سارے قرآن کا جاننا شرط نہین بلکہ جسقدر احکام سے
متعلق ہے اور نہ یہ شرط ہے کہ نوک زبان یاد کرلے
دوسرے حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جو
متعلق احکام ہے سب کا جاننا شرط نہین اور شرط ہے کہ
دونون یعنی قرآن اور حدیث کے خاص اور عام اور مطلق
اور مقید اور مجمل اور مبین اور ناسخ اور منسوخ کو جانے
اور حدیث کے اقسام متواتر اور آحاد اور مرسل اور مسند
اور متصل اور منقطع سے اور نیز راویوں کے حالات سے
بلحاظ مطعون اور صادق ہونے کے واقف ہو -
تیسرے صحابہ اور ان کے بعد کے علما کے اقوال کا جاننا

استدرك البيهقي على الشافعي بحديث
عبد الله بن عمرو واستدرك الغزالي
على الشافعي في مسئلة نجاسة
الماء اذا كان دون القلتين في
كلام كثير مذكور في الاحياء والمنوے
وجه ان بيع المعاطاة جائز على
خلاف نص الشافعي واستدرك
الزمخشري على ابي حنيفة في بعض
المسائل منها ما قال في اية التيمم من
سورة المائدة قال الزجاج الصعيد
وجه الارض ترابا كان او غيره
وان كان صخرا لا تراب عليه فلو ضرب
المتيمم يده عليه ومسح لكان ذلك
طهوره وهو مذهب ابي حنيفة فان قلت
فما تصنع بقوله تعالى في سورة المائدة
فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه اي بعضه
وهذا لا يتاتى في الصخر الذي
لا تراب عليه قلت قالوا ان من لابتداء الغاية
فان قلت قولهم انها لابتداء الغاية قول
متعسف ولا يفهم من قول العرب مسحت
برأسي من الدهن ومن التراب ومن الماء
الا معنى التبعيض قلت
هو كما تقول

بیہقی نے امام شافعی پر عبد اللہ بن عمرو رض کی حدیث سے
اعتراض کیا ہی اور امام غزالی نے امام شافعی پر پانی کی
ناپاکی کے مسئلہ مین جبکہ قلتین سے کم ہو ایک بڑی تقریر مین
اعتراض کیا ہی وہ تقریر احیاء العلوم مین مذکور ہی اور نووی
نے اس مسئلہ کی دلیل لکھی کہ بیع معاطاۃ یعنی بدون ایجاب
و قبول زبانی کے قیمت بائع کو دینا اور اس سے چیز لے لینا جائز
ہی باوجودیکہ یہ جواز تصریح امام شافعی کے خلاف ہی۔ اور
زمخشری نے امام ابو حنیفہ پر بعض مسائل مین اعتراض کیا ہی
انہین سے ایک یہ ذکر کیا ہی کہ سورۂ مائدہ کی آیت تیمم کی تفسیر
مین زجاج نے کہا ہی کہ صعید سے غرض سطح زمین ہی خواہ
خاک ہو یا دوسری چیز اگرچہ پتھر ہو جسپر خاک نہو تو اگر تیمم
کنندہ پتھر پر ہاتھ مار کر مونھ اور ہاتھون پر مسح کریگا تو
یہ مسح اسکا پاک کنندہ یعنی تیمم ہو جائیگا اور یہ مذہب امام
ابو حنیفہ کا ہے پس اگر تم اُنسے یون کہو کہ آیہ سورۂ مائدہ
مین تو فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ہے اور منہ سے غرض
یہ ہے کہ کچھ اسمین سے تو یہان کیا کروگے کیونکہ یہ صورت
اُس پتھر مین جسپر خاک نہو بن نہین پڑتی تو ہم یہ جواب
دینگے کہ علما نے کہا ہی کہ من بمعنی لبعض نہین بلکہ ابتدار
غایت کیلیے ہی اب اگر یہ کہو کہ علما کا من کو ابتدار غایت کے
لیئے کہنا ضعیف قول ہی عرب کے ایسے محاورے کہ مثلا بولین
مسحت براسی من الدہن ومن التراب ومن الماء یہی معنی سمجھ
مین آتے ہین کہ مین نے اپنے سر مین ان اشیا مین سے کچھ ملا
یعنی من بمعنی بعض سمجھا جاتا ہی تو ہم کہینگے کہ جیسا تم کہتے ہو درست ہے

ومن شرط الاجتهاد معرفة
اصول الاعتقاد قال الغزالی ولا
یشترط معرفته علی طرق
المتکلمین بادلتها التی یحررونها
ومن لا یقبل شهادته من المبتدعة
لا یجوز تقلیده القضاء وکذا تقلید من
لا یقول بالاجماع کالخوارج
او باخبار الآحاد کالقدریة
او بالقیاس کالشیعة وفی الانوار الضا
ولا یشترط ان یکون للمجتهد مذهب مدون
واذا دونت المذاهب جاز للمقلد
ان ینتقل من مذهب الی مذهب وقال
عند الاصولیین ان عمل بقول فی حادثة فلا
یجوز فیها ویجوز فی غیرها وان لم
یعمل جاز فیها وفی غیرها ولو قلد
مجتهدا فی مسائل وآخر فی
مسائل جاز وعند
الاصولیین لا یجوز ولو اختار
من کل مذهب
الاهون قال ابو اسحاق
یفسق وقال ابن
ابی هریرة لا ورجحه فی بعض
الشروح وفی الانوار

اور ایک شرط اجتہاد اصول اعتقاد کا جاننا ہے
امام غزالی نے کہا کہ اعتقاد کا جاننا متکلمون کے
طور پر شرط نہین کہ ہر ایک عقیدہ کی دلیل لکھتے
ہین - اور بدعتیون مین سے ایسے شخص کو قاضی کرنا
درست نہین جسکی گواہی مقبول نہو اور علی ہذا القیاس
ایسے کو قاضی کرنا جو اجماع کا قائل نہو جیسے فرقہ
خارجیہ تھا یا آحاد حدیثون کا قائل نہو جیسے فرقہ قدریہ
ہے یا قیاس کا منکر ہو جیسے رافضی ہین - اور نیز انوار
مین ہے کہ شرط نہین کہ مجتہد کا کوئی مذہب قلم بند ہو
اور جب مذاہب لکھے گئے تو مقلد کو جائز ہے کہ ایک مذہب
سے دوسرے کیطرف چلا جاے اور اصولیون کے نزدیک
کسی معاملہ مین اگر ایک مذہب کے موجب عمل کر چکا
ہے تو اس معاملہ مین انتقال دوسرے مذہب کیطرف
جائز نہین اسکے سوا دوسرے معاملہ مین درست ہے اور
اگر اول مذہب کے موجب اُس معاملہ مین عمل نہین کیا
تو اُسمین اور دوسرے معاملہ مین دونون مین انتقال جائز ہے
اور اگر چند مسائل مین ایک امام کی تقلید کی اور
چند دوسرون مین دوسرے امام کی تو درست ہے
اور اصولیون کے نزدیک درست نہین - اور اگر
ہر مذہب مین سے زیادہ آسان اختیار کیا تو ابو اسحق
کہتے ہین کہ ایسا شخص فاسق ہو جاتا ہے اور ابن
ابی ہریرہ نے کہا کہ فاسق نہین ہوتا اور بعض شرحون نے
اسی قول کو ترجیح دی ہے - اور یہی انوار مین ہے

اجماعا واختلافا الرابع القياس جليه
وخفيه وتمييز الصحيح من الفاسد
الخامس لسان العرب لغة واعرابا و
لا يشترط التبحر في هذه العلوم بل يكفي
معرفة جمل منها ولا حاجة ان يتتبع
الاحاديث على تفرقها بل يكفي ان
يكون له اصل مصحح يجمع احاديث
الاحكام كسنن الترمذي والنسائي
وغيرهما كابي داؤد ولا يشترط ضبط
جميع مواضع الاجماع والاختلاف بل يكفي
ان يعرف في المسئلة التي يقضي
فيها ان قوله لا يخالف الاجماع
بان يعلم انه وافق بعض المتقدمين
او يغلب على ظنه انه لم يتكلم
الاولون فيها بل تولدت في
عصره وكذا معرفة الناسخ والمنسوخ وكل حديث
اجمع السلف على قبوله او تواترت
اهلية رواته فلا حاجة الى البحث عن عدالة
رواته وما عدا ذلك يبحث عن عدالة رواته
واجتماع هذه العلوم انما اشترط في المجتهد
المطلق الذي يفتي في جميع ابواب
الشرع ويجوز ان يكون
مجتهدا في باب دون باب

اس اعتبار سے کہ کونسا قول اجماعی ہو اور کونسا اختلافی
چوتھے قیاس ہے کہ اُسکے ظاہر اور خفی کو جانے اور صحیح کو فاسد
سے جدا کرنا پہچانے۔ پانچوین زبان عرب کا جاننا بلحاظ لغت
اور ترکیب کے اور ان سب علوم مین نہایت درجہ کا ماہر
ہونا شرط نہین بلکہ ان مین سے مقدار شایستہ کا جاننا کافی
ہے اور نہ یہ حاجت ہو کہ سب احادیث متفرق کی جستجو کرے
بلکہ اُسکے پاس ایسی کتاب صحیح کا ہونا کافی ہو جو احکام
کی حدیثون کو حاوی ہو مثلاً سنن ترمذی اور نسائی اور
ان کے سوا جیسے ابو داؤد ہے۔ اور نہ یہ شرط ہو کہ اجماع
اور اختلاف کی سب جگہون کو لکھ لے بلکہ یہ کافی ہے کہ
جس مسئلہ مین حکم کرے اُس مین یہ جان لے کہ میرا قول
اجماع کے مخالف نہین اسطرح پر کہ معلوم کر لے کہ میرا
قول بعض متقدمین کے قول کے موافق پڑا یا اُسکے گمان پر
غالب ہو کہ پہلے لوگون نے اس مسئلہ مین کلام نہین کیا
بلکہ یہ واقعہ میرے ہی زمانے مین پیدا ہوا ہے۔ اور اسیطرح
ناسخ اور منسوخ کے جاننے کا حال ہو کہ سب کا ضبط کرنا شرط
نہین۔ اور جس حدیث کے قبول کر لینے پر سلف نے اجماع
کیا ہو اور اُس کے راویون کا عادل ہونا درجہ تواتر کو
پہونچگیا ہو تو اُسکے راویون کی عدالت مین اب کرید کرنی
حاجت نہین اور اس قسم کے سوا کی حدیث کے راویون کی
عدالت تحقیق کیجائے۔ اور ان علوم پنجگانہ کا اجتماع صرف
ایسے مجتہد مطلق مین شرط ہے کہ شریعت کے تمام ابواب مین
فتوی دے اور ہو سکتا ہو کہ کسی باب مین مجتہد ہو کسی مین نہو

والمرجح عند الفقهاء ان العامی المنتسب
الی مذهب له مذهب ولا یجوز
له مخالفته ولو لم یکن منتسبا
الی مذهب فهل یجوز ان یتخیر و
یقلد ای مذهب شاء فیه خلاف
مبنی علی انه یلزمه التقلید بمذهب
معین ام لا فیه وجهان قال
النووی والذی یقتضیه
الدلیل انه لا یلزمه بل یستفتی من شاء
ومن اتفق لکن من غیر تلقط للرخص
فی کتاب اداب القاضی من فتح
القدیر واعلم ان ما ذکر المصنف فی
القاضی ذکر فی المفتی فلا یفتی الا
المجتهد وقد استقر رای الاصولیین
علی ان المفتی هو المجتهد فاما غیر
المجتهد ممن یحفظ اقوال المجتهد
فلیس بمفتی والواجب علیه اذا سئل
ان یذکر قول المجتهد علی طریق الحکایة
کابی حنیفة علی جهة
الحکایة فعرف ان ما یکون فی
زماننا من فتوی الموجودین
لیس بفتوی بل هو نقل
کلام المفتی

اور قول راجح فقہا کے نزدیک یہ ہے کہ جو عامی
کسی مذہب کیطرف منسوب ہو اسکا مذہب وہی ہوتا ہے
اور اسکو مخالفت کرنی اس مذہب کی جائز نہیں
اور اگر عامی کسی مذہب کیطرف منسوب نہو تو یہاں
یہ سوال ہے کہ اسکو جائز ہے یا نہیں کہ جس مذہب کو
چاہے پسند کرکے اسکی تقلید کرے اس سوال کے
جواب میں خلاف اس بنا پر ہے کہ عامی کے ذمہ تقلید
مذہب متعین کی لازم ہے یا نہیں اس باب میں دو
صورتیں ہیں نووی نے کہا ہے کہ دلیل تو اسبات
کو چاہتی ہے کہ اسکے ذمہ لازم نہیں بلکہ جس سے
چاہے اور جو ملے فتوی پوچھ لے بدون اسکے کہ رخصتیں
چھانٹے۔ اور فتح القدیر کی کتاب آداب القاضی میں
ہے کہ معلوم کرنا چاہیئے کہ مصنف نے جو امور قاضی
کے حق میں بیان کیے وہی مفتی کے بارہ میں ذکر کیے
اس سے یہ نکلا کہ مجتہدوں کے سوا کوئی فتوی نہ دے
اور اصولیوں کی رائے اس بات پر جمگئی ہے کہ مفتی
مجتہد ہی ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص مجتہد نہو اور
مجتہد کے اقوال یاد کرلے تو وہ مفتی نہوگا اور
جب اس سے سوال پوچھا جائے تو اسپر واجب ہے
کہ جواب میں مجتہد کا قول بطور حکایت ذکر کرے
جیسے ابو حنیفہ کا قول مثلا بیان کرے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ جو فتوی ہمارے زمانہ کے موجود علما کا ہوتا ہے
وہ فتوی واقعی نہیں بلکہ مفتی مجتہد کے کلام کی نقل ہے

ایضاً المنتسبون الی مذهب الشافعی
و ابی حنیفة و مالك رح و احمد رح
اصناف احدها العوام و تقلیدهم للشافعی
متفرع علی تقلید المنتسب الثانی
البالغون الی رتبة الاجتهاد والمجتهد
لا یقلد مجتهدا وانما ینتسبون الیه لجریهم
علی طریقته فی الاجتهاد واستعمال الادلة
و ترتیب بعضها علی بعض الثالث
المتوسطون وهم الذین لم یبلغوا
رتبة الاجتهاد لکنهم وقفوا
علی اصول الامام و تمکنوا من
قیاس ما لم یجدوه منصوصا علی
ما نص علیه وهؤلاء مقلدون
له وکذا من یاخذ بقولهم من العوام
والمشهور انهم لا یقلدون فی انفسهم
لانهم مقلدون وقال ابو الفتح الهروی
وهو من تلامذة الامام مذهب عامة
الاصحاب فی الاصول ان العامی
لا مذهب له فان وجد مجتهدا
قلده وان لم یجده ووجد متبحرا فی
مذهب قلده فانه یفتیه علی مذهب
نفسه وهذا تصریح بانه یقلد
المتبحر فی نفسه

جو لوگ منسوب ہین امام شافعی اور امام ابوحنیفہ اور
امام مالک اور امام احمد کے مذہب کیطرف وہ چند قسم
ہین اول عوام اور انکا تقلید کرنا مثلا امام شافعی کے
کسی مجتہد منتسب کی تقلید کرنیسے پیدا ہوتا ہی - دوسرے وہ
لوگ جو اجتہاد کے رتبہ کو پہونچے ہوے ہون اور مجتہد دوسرے
مجتہد کی تقلید نہین کرتا تو ایسے لوگ جو شافعی مثلا کہلاتے
ہین صرف اسوجہ کہ امام شافعی کے طریق پر اجتہاد کرنے
اور دلیلون کے استعمال مین لانے اور بعض دلیلون کو
بعض پر مرتب کرنے مین اُنکے قدم بقدم چلتے ہین -
قسم سوم بیچ کے درجے کے لوگ کہ درجہ اجتہاد کو نہین پہونچے
لیکن امام کے قواعد سے واقف ہین اور اس بات پر
قادر ہین کہ جس مسئلہ مین حکم مصرح امام کا نپاوین اُسکو
اُس مسئلہ پر قیاس کرلین جس مین امام نے حکم صریح کیا ہی
تو یہ لوگ امام کے مقلد ہین اور اسی طرح عوام مین سے
وہ لوگ جو اُن کے قول پر عمل کرین اور مشہور یہ ہے کہ
ایسے لوگون کی بذات خود تقلید نہین کی جاتی کیونکہ وہ خود
مقلد ہین - اور ابوالفتح ہروی نے جو امام اعظم کے تلامذہ
مین سے ہے کہا ہے کہ اکثر ہمارے ائمہ کا مذہب اصول
مین یہ ہی کہ عامی کوئی مذہب نہین رکھتا تو اگر کسی مجتہد
کو پاوے تو اُسکی تقلید کرے اور اگر مجتہد میسر نہو اور کوئی
عالم زبردست مذہب مین ملجاے تو اُسکی تقلید کرے کیونکہ
وہ اُسکو اپنے خود کے مذہب پر فتوی دیگا اور یہ تقریر صاف
کہتی ہے کہ عالم نہایت ماہر کی خود کی تقلید کی جاتی ہی

بل یکفیہ ان یحکی قولا منہا فانّ
المقلد لہ ان یقلد ایّ مجتہد شاء
فاذا ذکر احدہم فقلدہ حصل
المقصود نعم لا یقطع علیہ فیقول
جواب مسئلتک کذا بل یقول
قال ابو حنیفۃ حکم ہذا کذا
نعم لو حکی الکل فالاخذ بما یقع
فی قلبہ انہ اصوب اولی
والعامی لا عبرۃ بما یقع فی
قلبہ من صواب الحکم
وخطائہ وعلی ہذا استفتی فقیہین
اعنی مجتہدین فاختلفا علیہ
الاولی ان یاخذ بقول من
یمیل الیہ قلبہ منہما وعندی
انہ لو اخذ بقول الذی
لا یمیل الیہ جاز لان
میلہ وعدمہ سواء
والواجب علیہ تقلید
مجتہد وقد فعل اصاب
ذلک المجتہد او اخطأ و
قالوا المنتقل من مذہب الی مذہب
باجتہاد وبرہان اثم یستوجب التعزیر
فبلا اجتہاد وبرہان

بلکہ اسکو کافی ہے کہ صرف ایک قول کو سب اقوال
مین سے نقل کردے اور مقلد فتوی خواہندہ کو
اختیار ہو کہ جس مجتہد کی چاہے تقلید کرے تو جب
فتوی دہندہ ایک مجتہد کا ذکر کریگا اور فتوی خواہندہ
اسکی تقلید کریگا تو مطلب حاصل ہو جائیگا ان ایک
قول کو قطعی طور پر فتوی خواہندہ کے سامنے نہ کہے
کہ تیرے سوال کا جواب قطعا یہ ہی بلکہ یون کہے کہ
مثلا امام ابو حنیفہ نے کہا ہی کہ اس مسئلہ کا حکم یہ ہی
البتہ جس صورت مین کہ سب اقوال کو نقل کردے تو
فتوی خواہندہ کو اسی قول پر عمل کرنا بہتر ہے جو اسکے
دل مین زیادہ صواب معلوم ہوا اور عامی کا کچھ اعتبار
نہین کہ اسکے دل مین حکم کا صواب ہونا اور خطا ہونا
برابر ہے اور اس بنا پر اگر عامی نے دو عالمون یعنی
مجتہدون سے فتوی پوچھا اور دونون نے جواب مختلف
دیا تو بہتر یہ ہی کہ عامی مذکور اس شخص کا قول اختیار
کرے جسکی طرف دونون مین سے اسکا دل میل کرے
اور میرے نزدیک اگر عامی اس شخص کا قول اختیار
کرے جسکی طرف اسکا دل مائل نہین تب بھی جائز ہی
کیونکہ عامی کے دل کا مائل ہونا اور نہ ہونا یکسان ہے
اسپر تو مجتہد کی تقلید واجب ہی وہ کر چکا وہ مجتہد صواب
پر ہو یا خطا پر اور فقہا نے کہا ہی کہ ایک مذہب سے
دوسرے مین جانیوالا اجتہاد اور دلیل کے ساتھ
گناہ گار ہے اور قابل سزا اور اجتہاد اور دلیل سے پہلے

لیاخذ به المستفتی طریق نقله
کذلك عن المجتهد احد امرین
اما ان یکون له سند فیه الیه
او یاخذ من کتاب معروف
تداولته الایدی نحو کتب محمد بن
الحسن ونحوها من التصانیف
المشهورة للمجتهدین لانه بمنزلة
الخبر المتواتر عنهم او المشهور هکذا
ذکر الرازی فعلی هذا لو وجد
بعض نسخ النوادر فی زماننا لا یحل
رفع ما فیها الی محمد ولا الی ابی یوسف
لانها لم تشتهر فی عصرنا فی دیارنا ولم
تتداول نعم اذا وجد النقل عن النوادر
مثلا فی کتاب مشهور معروف
کالهدایة والمبسوط کان ذلك تعویلا علی
ذلك الکتاب فلو کان حافظا للاقاویل
المختلفة للمجتهدین ولا یعرف الحجة
ولا قدرة له علی الاجتهاد للترجیح
لا یقطع بقول منها ولا یفتی به بل یحکیها
للمستفتی فیختار المستفتی ما یقع
فی قلبه انه الاصوب ذکره
فی بعض الجوامع وعندی انه
لا یجب علیه حکایة کلها

تاکہ فتوی دریافت کرنیوالا اُس کے بموجب عمل کرے۔
اور فتوی دہندہ کے مجتہد کے قول کو ہمیشہ نقل کرنے کا
طور دو باتوں میں سے ایک ہوتی ہے یا تو مفتی کے پاس
کوئی سند مجتہد تک اس بارہ میں ہوتی ہے یا اُس قول کو
کسی کتاب مشہور لوگوں میں رائج سے نقل کرتا ہے مثلاً
کتابیں امام محمد بن حسن کی اور اُن کے سوا اور مجتہدوں کی
ویسی ہی مشہور تصنیفیں کہ یہ کتابیں اُن لوگوں سے بجائے
خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا ہی ذکر کیا ہے راوی نے
پس اس بنا پر اگر کوئی نسخہ نوادر کا ہمارے زمانہ میں ملجاوے
تو اس کے مضمون کو امام محمد یا امام ابو یوسف کیطرف منسوب
کرنا حلال نہ ہوگا کیونکہ وہ کتاب نہ ہمارے زمانہ میں ہمارے
شہروں میں مشہور ہوئی اور نہ ہمارے ہاتھوں پڑی ہاں
اگر کوئی مسئلہ کتاب نوادر کا کسی کتاب مشہور اور مرجع میں
منقول ملے مثلاً ہدایہ اور مبسوط میں مذکور ہو تو اس صورت
میں کتاب مذکور پر اعتماد ہوگا۔ اور اگر فتوی دہندہ
مجتہدوں کے اقوال مختلف مسئلہ میں یاد رکھتا ہو اور
حجت کسی قول کی نہیں جانتا اور نہ اجتہاد پر قادر ہے
کہ کسی قول کو ترجیح دے تو اس صورت میں کسی قول پر
یقین نہ کرے اور نہ کسی کے بموجب فتوی دے بلکہ سب
اقوال کو فتوی خواہندہ کیلیے نقل کر دے کہ وہ اُن میں
سے ایسا قول چھانٹ لے جو اُسکے دل میں صواب تر معلوم
ہوا سکو بعض جوامع کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ اور میرے
نزدیک یہ ہے کہ اُس پر سب اقوال کا نقل کرنا واجب نہیں

وجب عمله به والغالب ان مثل هذه
الالزامات منهم لكف الناس عن
تتبع الرخص والا اخذ العامي في كل
مسئلة بقول مجتهد اخف عليه وانا لا
ادري ما يمنع هذا من النقل والعقل فكون
الانسان متتبع ما هو اخف على نفسه من
قول مجتهد يسوغ له الاجتهاد ما علمت
من الشرع ذمه عليه وكان
صلى الله عليه وسلم يحب ما خفف عن
امته والله سبحانه اعلم بالصواب
انتهى وهذا اخر ما اردنا ايراده
في هذه الرسالة والحمد لله اولا وآخرا

تمت

تو اسکے بموجب عمل کرنا اُسپر واجب ہوگا۔ اور غالب یہ ہی کہ
ان جیسی لازم کرنیکی چیزین فقہا کیطرف سے اس غرض سے ہوئین کہ لوگ
رخصتونکی جستجو نکرین ورنہ عامی کے حق مین ہر مسئلہ مین
کسی مجتہد کے قول پر عمل کر لینا اُسپر بہت سہل ہی اور ہمکو معلوم نہین
کہ دلیل نقلی یا عقلی مین سے اس امر کا کون مانع ہی یعنی اگر انسان کسی
مجتہد کے جس کو اجتہاد جائز ہو ایسے قول کی جستجو کرے کہ
اُس کے نفس پر سہل تر ہو تو ہمکو معلوم نہین کہ شرع نے
اس امر پر اُسکی برائی کی ہو حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم کا دستور تھا کہ جو باتین آپکی اُمت پر سہولت کی ہون
اُنہین کو دوست رکھتے تھے اور امر صواب کو خدا ہی پاک زیادہ
جانتا ہی تمام ہوا کلام فتح القدیر کا۔ اور آخر ہی اُس مضمون کا جس کو
ہمنے اس رسالہ مین بیان کرنا چاہا اور خدا ہی کو سب تعریفین زیبا
ہین ابتدا مین اور انتہا مین

تمت

خاتمة الطبع

خدا کے فضل و احسان سے یہ کتاب نادر الوجود یعنی عقد الجید فی احکام
الاجتہاد والتقلید معہ ترجمہ اردو الموسوم بہ سلک مروارید نہایت
خوبی کے ساتھ مطبع مجتبائی دہلی مین حقر العباد
محمد عبد الاحد کے اہتمام سے چھپکر
مقبول طبائع خاص و عام
ہوئی

العبد محمد عبد الاحد مالک و مہتمم مطبع مجتبائی دہلی

اولی ولا بد ان یراد بهذا
الاجتهاد معنے التحری وتحکیم
القلب لان العامی لیس له اجتهاد
ثم حقیقة الانتقال انما یتحقق
فی حکم مسئلة خاصة
قلد فیه وعمل به والا
فقوله قلدت اباحنیفة
فیما افتی به من المسائل مثلا
والتزمت العمل به علی الاجمال
وهو لا یعرف صورها لیس حقیقة
التقلید بل هذا حقیقة تعلیق
التقلید او وعد به کانه التزم
ان یعمل بقول ابی حنیفة فیما یقع له من
المسائل التی تتعین فی الوقائع فان
ارادوا هذا الالتزام فلا دلیل
علی وجوب اتباع المجتهد المعین
بالزامه نفسه ذلک قولا او نیة
شرعا بل الدلیل واقتضاء العمل بقول
المجتهد فیما احتاج الیه
بقوله تعالی فاسئلوا اهل الذکر
ان کنتم لا تعلمون والسوال انما
یتحقق عند طلب حکم الحادثة المعینة
وحینئذ اذا ثبت عنده قول المجتهد

جا نبوالا بطریق اولی گناہ گار ہوگا — اور ضرور ہے کہ اس
اجتہاد سے اٹکل اور دل کی پختگی مراد لیجاوے کیونکہ
عامی تو اجتہاد رکھتا ہی نہیں — پھر یہ انتقال مذہب
موجب گناہ و تعزیر واقع مین صرف اُس مسئلہ خاص کے
حکم مین ثابت ہوتا ہی جسمین تقلید کرکے اُس حکم پر عمل کرلیا
ہو ورنہ مقلد کا یون کہنا کہ مین نے مثلاً امام ابو حنیفہ کی
تقلید اُن مسائل مین کرلی جنمین اُنھون نے فتوی دیا ہی
اور اُن کے فتوی کے بموجب عمل کرنا اپنے ذمہ مجمل طور پر
لازم کرلیا حالانکہ مسائل کی صورتین اُس کو معلوم نہین
واقع مین تقلید نہین بلکہ یہ قول زبانی حقیقت مین
تقلید کو مشروط کرنا یا تقلید کا وعدہ کرنا ہے گویا
اُس نے اس بات کا التزام کرلیا کہ جو مسائل معین
واقعات مین مجکو پیش آوین گے اُن مین امام ابو حنیفہ
کے قول پر عمل کرونگا — تو اگر فقہا نے لزوم مذاہب
معین سے یہی التزام مراد لیا ہے تو ایک مجتہد معین
کے اتباع کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہین جس
سے زبانی یا نیت مین شرعاً اس اتباع کو مقلد اپنے
ذمہ لازم کرلے بلکہ دلیل اور مجتہد کے قول پر عمل کرنے
کا موجب اُن مسائل مین کہ آدمی کو حاجت پڑے
یہ ارشاد خداوندی ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم
لاتعلمون — اور سوال جبھی ہوگا کہ کسی معین
واقعہ مین حکم کی ضرورت ہوا ور اس صورت مین
جب جو بندہ کے نزدیک مجتہد کا قول ثابت ہوگا

مسلم شریف مترجم اردو کامل
نسائی شریف مترجم اردو
ابوداؤد مترجم اردو
ترجمہ اردو آثار امام محمد
ترمذی شریف مترجم اردو
مظاہر حق ترجمہ اردو مشکوٰۃ شریف
طریقۃ النجاۃ فی ترجمۃ صحاح
ن المشکوٰۃ بزبان اردو
مشارق الانوار ـ
تعلیقہ ترجمہ ادب المفرد [illegible]
تہذیب اخلاق کی تمام حدیثیں
[illegible] ـ
شرح شمائل ترمذی اردو
[illegible] اردو [illegible]
[illegible] الانوار
[illegible]
[illegible] موطا
ترجمہ اردو
حصن حصین
[illegible] کتاب ترجمہ اردو [illegible]

ظفر جلیل جس کے محاورے
مزاق کو تنہا سلیقہ اسکا با محاورہ
ترجمہ مع اضافہ فوائد و حواشی
ضیاء الشمس مطبع جناب [illegible] سے
[illegible] سے کیا ہے
یہ کتاب اس خوبی کے ساتھ [illegible]
[illegible]
خریدکر [illegible] ہیں [illegible]
[illegible]
[illegible]
قدوری عربی ـ
فقہ اکبر مع شرح ملا علی قاری مجتبائی
فقہ اکبر ترجمہ [illegible]
فتاوی حدیث للشیخ [illegible] الدین
حاشیہ الدر المختار [illegible] جلال الدین [illegible]
حاشیہ ابو السعود ملا مسکین
شرح کنز الدقائق کی عجیب [illegible]
طائی شرح کنز مطبع [illegible]
طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری
فتاوی حامدیہ مصری
فتاوی خیریہ مصری

صغیری شرح منیۃ المصلی مجتبائی
[illegible] کبیری [illegible]
کبیری شرح منیۃ المصلی ـ
کنز الدقائق خرد کشوری
ایضاً [illegible] کلاں مجلد
کنز الدقائق محشی مع حاشیہ [illegible]
[illegible] فتح المعین لملا مسکین [illegible]
مطبوعہ مجتبائی [illegible]
مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق
شرح وقایہ مع عمدۃ الرعایۃ [illegible]
سعایہ شرح وقایہ
شرح وقایہ مع چلپی
ذخیرۃ العقبیٰ حاشیہ شرح وقایہ
ہدایہ مصطفائی
ہدایہ مع الکفایہ [illegible]
جامع صغیر
جامع الرموز
فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ
عینی شرح ہدایہ
فتح القدیر
غنیۃ الطالبین [illegible]

فتاوی قاضی خان .
فتاوی عالمگیری
مجموعہ فتاوی مولوی عبد الحی
عینی شرح کنز کامل
حموی شرح الاشباہ والنظائر
در مختار
[illegible]
حاشیہ [illegible]
اصول الشاشی محشی مع حاشیہ [illegible]
مطبوعہ مجتبائی ـ
فصول شرح اصول الشاشی
نامی شرح حسامی مجتبائی
نامیہ التحقیق شرح حسامی
نور الانوار مصطفائی
توضیح تلویح کلاں
مسلم الثبوت محشی
شرح مسلم الثبوت بحر العلوم
کشف المبہم شرح مسلم الثبوت مجتبائی
حسامی کشوری
[illegible] حسامی
عین العلم شرح [illegible] ملا علی قاری

قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین

یہ کتاب حضرۃ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تالیف سے ہے اس مین خلفائے راشدین کے فضائل اور محامد اور حالات نہایت شرح وبسط سے لکھے گئے ہین یہ کتاب اپنے اوصاف مین بےمثیل ہے آجتک یہ کتاب مثل عنقا ناپیدا و مانند ہما کمیاب تھی مطبع نے بڑی جستجو اور تلاش سے حاصل کی اور مولانا محمد احسن صاحب مدظلہ سے تحشیہ کرا کر نہایت صحت کے ساتھہ پاکیزہ کاغذ پر چھاپا جو شائقین اس گوہر بے بہا اور در یتیم کو نقد جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے تش [illegible] ین

اور دامن مقصود کو گلہائے مراد سے بھرین ؂

الـ

محمد عبدالاحد مالک و مہتمم مطبع مجتبائی دہلی سنہ ۱۳۱ھ

اعلان